\Aadil\Desktop\03-10-2022 Naqeeb\3.10.2022 Izhar Final.inp 9/30/2022 3:29 PM PAGE 1 (1,1)

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 — مورخہ ۶ر ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۲۰۲۲ء روز سوموار — شمارہ نمبر 37

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ حکایات اہل دل
■ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت
■ رسالت محمدی کی آفاقیت
■ کامیابی اسلامی شریعت پر عمل کرنے میں ہے
■ اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی حصہ داری
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ربیع الاول کا مہینہ اس عظیم رسول ونبی کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے جس سے بہتر انسان اس روئے زمین پر نہیں آیا، ہمارا ایمان تمام انبیاء ورسل پر ہے اور ہم سب کی عظمت وفضیلت کے قائل ہیں، یہ ہمارے ایمان مفصل اور ایمان مجمل کا حصہ ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور ہمارے آقا ومولیٰ فخر موجودات، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا سردار اور سید المرسلین والاولین والآخرین بنایا، آپ کے اوپر سلسلۂ نبوت کا خاتمہ فرمایا، معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت کرائی؛ تاکہ سب انبیاء پر آپ کی فضیلت پورے طور پر کھل کر سامنے آجائے، ایسی فضیلت کہ انبیاء بھی اس امت میں آنے کی تمنا کرنے لگیں، آپ کو یہ فضیلت بھی عطا ہوئی کہ سارے جہاں کا رسول بنا کر آپ کو بھیجا گیا، قرآن کریم جیسی رحمت وہدایت والی کتاب آپ کو دی گئی، آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء ورسل آئے سب مخصوص علاقے مخصوص زمانے اور بعض مخصوص قبائل کے لئے تھے، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو اعلان کرنے کے لئے فرمایا: کہہ دیجئے اے لوگو! میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ کی شان میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، سارے جہاں میں انسان وجن ہی نہیں، شجر وحجر، نباتات وجمادات، حیوانات اور تمام بری وبحری مخلوقات بھی شامل ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سب کیلئے رحمت ہیں، اور آپ کی رحمت سب کو محیط ہے۔

رحمت کی اس عمومیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر طرف ظلم وجور کا بازار گرم تھا، انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا، قبیلے آپس میں دست وگریباں تھے، عربی عجمی اور کالے گورے کے نام پر خودساختہ برتری کے پیمانے وضع کر لئے گئے تھے، اس کی وجہ سے انسانوں میں طبقاتی جنگ نے عروج پکڑ لیا تھا، حق وہ سمجھا جاتا تھا جو اس قبیلے کے کسی فرد کے ذریعہ صادر ہوا ہو، خواہ وہ ظلم وستم کے زمرے میں کیوں نہ آتا ہو، برائیاں عام تھیں اور اخلاق حسنہ کا وجود کم تر ہو گیا تھا، عورتوں کے اوپر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا، بلکہ بہت سارے قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، ہنستی کھیلتی زندگی کو زندہ مٹی میں دفن کر دینا انسانی شقاوت وبدبختی کی انتہا تھی، لڑائیاں ہوتیں تو انسانوں کے ساتھ پورے علاقہ کو تاراج کر دیا جاتا، شریف انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے، اور بالکل وہ منظر ہوتا جس کا نقشہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کھینچا ہے کہ جب شاہان وقت کسی آبادی پر غلبہ حاصل کرتے ہیں تو آبادی میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں اور وہاں کے شرفاء کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑتے ہیں، ان لڑائیوں میں جانور، درخت، کھیت کھلیان اور فصلوں کو بھی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ان حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، چالیس سال تک اپنی پاکبازی، کردار کی بلندی، امانت ودیانت کی رفعت کا نمونہ اس طرح پیش کیا کہ مخالفین بھی آپ کو صادق اور امین کہا کرتے، آپ کی بے داغ جوانی اور اعلیٰ اخلاقی کردار کی شہادت دیتے، وہ ایمان اور کلمہ کے مسئلہ پر مذبذب رہے، کیونکہ اس کلمہ کے اقرار سے ان کی ریاست اور چودھراہٹ کو خطرہ محسوس ہوتا تھا؛ لیکن کبھی کسی نے ان کے کردار پر انگلیاں نہیں اٹھائیں۔ چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا، مخالفین کے سب وشتم اور نازیبا حرکات کو سنا اور سہا، یہ رحمت ہی کی ایک قسم ہے کہ آپ نے قدرت کے باوجود اور بارگاہ الٰہی سے مقبولیت کے یقین کے باوجود ان کے لئے کبھی بد دعا نہیں کی، حد یہ ہے کہ طائف کی گلیوں میں جب پائے مبارک لہولہان ہوئے، موزے خون سے بھر گئے، اوباشوں نے آپ کو پتھر مارا، اس وقت بھی آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں، اے اللہ اس قوم کو ہدایت دے، وہ مجھے نہیں جانتی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ شاید اس قوم سے کوئی فرد دین رحمت میں داخل ہو جائے، جنگ کے بعد قیدی مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے ہیں، بندش کی سختی کی وجہ سے قیدی کراہ رہے ہیں، آپ کی آنکھوں سے نیند غائب ہے، جب تک بندش ڈھیلی نہیں کی گئی آپ کو سکون نہیں ملا۔

فتح مکہ کے موقع سے سارے دشمن سامنے تھے، عرب روایات کے مطابق انہیں قتل بھی کیا جاسکتا تھا اور غلام بھی بنایا جاسکتا تھا، لیکن رحمت للعالمین نے اپنی شان رحمت کا مظاہرہ کیا اور اعلان کر دیا کہ آج تم لوگوں سے کوئی دار وگیر اور مؤاخذہ نہیں، تم سب لوگ آزاد ہو، اتنا ہی نہیں حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، ان کے گھر میں داخل ہونے والے کو بھی امان دے دیا، ہندہ؛ جس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کروایا تھا ان کے کان ناک کٹوائے تھے، کلیجی گردہ کو کچا چبا کر اپنی قسم پوری کی تھی، آپ کی شان رحمت نے اس کو اپنے جلو میں لے لیا، کیا شان رحمت تھی آپ کی، کوئی دوسرا ہوتا تو چن چن کر بدلہ لیتا کہ یہی زمانے کی روش رہی ہے، آپ نے سب کو معاف کر کے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اسلام دین رحمت ہے، یہاں امن ہے شانتی ہے، سکھ ہے، چین ہے اور دشمنوں کو بھی معاف کرنے کا وہ جذبہ ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

انسانوں میں غلاموں اور باندیوں کی زندگی اجیرن تھی، وہ جسم وجثہ کے اعتبار سے انسان تھے، لیکن ان کی زندگی جانوروں سے بدتر تھی، ان کی اپنی کوئی زندگی نہیں تھی وہ آقا ہی کے لئے جیتے اور مرتے تھے، پوری وفاداری اور خدمت کے باوجود انہیں ظلم وستم کا سامنا تھا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئے، آپ نے مختلف طریقوں سے لوگوں کو غلامی کی زنجیروں سے نکالنے کا کام کیا، کبھی فدیہ کے طور پر لکھانے پڑھانے کا کام لے کر، کبھی قسم، ظہار وغیرہ کے کفارہ میں آزاد کرنے کا حکم دے کر، عمومی حکم یہ دیا کہ غلاموں کا خیال رکھو، جو خود کھاؤ اسے کھلاؤ، اور اسے ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو، اس سے طاقت سے زیادہ کام نہ لو، آپ نے حضرت زیدؓ کے ساتھ حسن سلوک کر کے دکھلایا، جس کے نتیجہ میں حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔

عورتوں پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سایہ فگن ہوئی تو حکم دیا کہ عورتوں سے بہتر سلوک کرو، وہ تمہارے ماتحت اور تمہارے حکم کی پابند ہیں، تم دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، کسی کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے، اور حسن سلوک کے ساتھ ان سے پیش آؤ، اگر تم امساک بالمعروف نہ کر سکو تو انہیں حسن سلوک کر کے چھوڑ دو، تاکہ وہ اپنی زندگی اپنے انداز میں جی سکیں یا دوسری شادی کر کے نئے سفر کا آغاز کر سکیں، زمانۂ جاہلیت میں بیوہ عورت منحوس سمجھی جاتی تھی، آپ نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لے کر امت کو پیغام دیا کہ بیوہ اور مطلقہ عورتیں منحوس نہیں ہیں، شوہر کے مرجانے اور بعض دفعہ نباہ نہ ہونے سے طلاق پڑ جائے تو ان کی دلجوئی، خبرگیری کی جتنی شکلیں ممکن ہیں، اختیار کی جائیں اور انہیں بے سہارا نہ چھوڑا جائے۔

آپ نے بچوں پر رحم کرنے کا بھی حکم دیا، ان کی اچھی تعلیم وتربیت پر جنت کی بشارت دی، ان کا نفقہ باپ کے سر رکھا، تاکہ انہیں بال مزدوری سے بچایا جائے، اور ان کے بچپن کی حفاظت کی جاسکے، ان کے اچھے نام رکھنے کی تلقین کی اور بچوں کو بے سہارا چھوڑنے کو پسند نہیں فرمایا۔ انہیں جینے کا حق دیا اور ان کو روزی میں تنگی کے خوف سے ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

یتیموں کی کفالت کو کار ثواب قرار دیا اور فرمایا کہ میں اور یتیموں کی کفالت کرنے والا ہاتھ کی دو متصل انگلیوں کی طرح قیامت میں ساتھ ہوں گے، خود آپ نے یتامیٰ کی سرپرستی کی اور عید کے دن ایک روتے بچے کو گلے لگا کر ہمیں سبق دیا کہ ان کی کفالت کی فکر کرو، ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو، یہ ہاتھ رکھنا قیامت میں تمہیں کام آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جب جانوروں کی طرف متوجہ ہوئی تو بلاوجہ انہیں ہلاک کرنے سے منع کیا، اگر گوشت کھانے کے لئے انہیں ذبح کرنا ہے تو ایسا طریقہ اپناؤ کہ اسے کم از کم تکلیف ہو، اگر جانور نقل وحمل کے لئے رکھے گئے ہوں تو اس پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو، ایک اونٹ کی بلبلاہٹ سن کر آپ سمجھ گئے کہ اس کا مالک اس پر زیادتی کرتا ہے، اونٹ کے مالک انصاری صحابی کو بلا کر فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ان جانوروں کو تمہارا محکوم بنایا ہے؛ اس لئے ان جانوروں پر رحم کرو، نہ تو انہیں بھوکا رکھو، اور نہ ہی ان کی طاقت سے زیادہ کام لو۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے چڑیا کے دو بچوں کو پکڑ لیا، چڑیا چلّانے لگی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان بچوں کو ان کی جگہ پر رکھ آؤ، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فاحشہ نے اپنے موزہ میں بھر کر کتے کو پانی پلایا تو اس کی بخشش ہوگئی، اور ایک عورت نے بلّی کو باندھ کر رکھا، کھانا پینا نہیں دیا، بالآخر وہ مر گئی تو اس عورت کو اسکی وجہ سے اسے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا، یہ واقعات بتاتے ہیں کہ جانوروں پر آپ کی شفقت ورحمت کس قدر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ درختوں کو بلا ضرورت کاٹنے اور جنگ کے موقع سے انہیں برباد کرنے سے بھی منع کیا گیا، کیونکہ یہ ہمارے لئے ماحول کے تحفظ کا بڑا ذریعہ ہیں، فرمایا گیا کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تمہارے پاس اتنی مہلت ہو کہ تم ایک پودا لگا سکتے ہو تو لگا دو، پھلدار درخت لگانے والوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ جس درخت کے پھل سے انسانوں نے اور پتوں سے جانوروں نے فائدہ اٹھایا تو یہ صدقہ ہے، اور ایسی تمام کوشش جس سے ماحول خراب ہو، فضائی آلودگی پیدا ہو "فساد فی الارض" کے قبیل سے ہے۔ (بقیہ صفحہ 8 پر)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خواہشات نفس کی پیروی سے بچیئے

’’جس پر اللہ کی لعنت ہے، جس نے کہا تھا (یعنی ابلیس) کہ میں تمہارے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا، انہیں آرزوئیں دلاؤں گا، ان کو سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان کاٹیں اوران کو حکم دوں گا کہ اللہ کی تخلیق میں تبدیل کردیں اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے، اس نے کھلا ہوا نقصان اٹھایا‘‘ (سورہ نساء، آیت:۱۱۹)

وضاحت: قرآن مجید کی ان آیات میں رب ذوالجلال نے شیطان مردود کی گمراہی، بدکرداری اور دھوکہ دھری کے انداز کا ذکر کرتے ہوئے امت کو اس سے بچنے کی تاکید کی ہے، جب شیطان دربار الٰہی سے دھتکارا گیا اور اللہ نے اس پر لعنت بھیجی تو اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو عبادت سے بھٹکاؤں گا، وہ جو کچھ عبادت کریں گے، ان کی عبادت میں ریا کاری کی آمیزش کروں گا، یا وہ عبادت تو کریں گے، مگر ان کی عبادت کو ان کے ہی سرکشی کے ذریعہ برباد کردوں گا، یہیں سے معلوم ہوا کہ شیطان لوگوں کو دو راستوں سے گمراہ کرتا ہے، فکر وعقیدہ میں شک وشبہ پیدا کرکے اور کبھی خواہشات نفس کی پیروی پر آمادہ کرکے، مذکورہ آیت میں شیطان نے کہا کہ ’’میں انہیں گمراہ کروں گا، اس میں فکر وعقیدہ کی راہ سے بھٹکانے کی طرف اشارہ ہے اور آرزوئیں دلاؤں گا، میں خواہشات نفس کی پیروی کے ذریعہ گمراہ کروں گا، یعنی گناہوں کو خوبصورت اور پرکشش بناکر پیش کروں گا اور اس کے لئے عقلی واخلاقی جواز کی دلیلیں ذہن میں ڈالوں گا، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہمارا معاشرہ شیطان کا آلہ کار بنا ہوا ہے، ہم اس کے دام فریب میں پھنستے جارہے ہیں، ہم اپنی ظاہری ہیئت کو غیر معمولی تکلف کے ذریعہ تبدیل کررہے ہیں، آرائش وزیبائش میں شرعی حدود تک کو پار کرتے جارہے ہیں، حسن پرستی کے جنون میں حلال وحرام کا فرق اٹھتا جارہا ہے، جس سے پورا معاشرہ بگڑتا جارہا ہے، بیوٹی پالروں میں بناؤ سنگار کا ایسا رجحان بنتا جارہا ہے کہ اللہ کی تخلیق کا مقصد اور منشاء تک نظروں سے اوجھل ہوتا جارہا ہے، چہرے، ناک، ہونٹ، رخسار پر مصنوعی تل بنوائے جاتے ہیں، چہرے کی جلد کی جھریوں کو چست کرنے کے لئے عمل سرجری کیا جاتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ عمر کو کم دکھایا جائے، یہ سب اعمال تخلیق کے منشاء کے خلاف ہیں، ہاں، اگر علاج کی نیت سے کیا جائے تو بقدر ضرورت جائز ہے، مگر خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے مقصد سے کرنا ناپسندیدہ عمل ہے، کیونکہ جسم اور تمام اعضاء اللہ کی امانت ہیں، اس میں کسی کو تغیر کرنے کا حق نہیں، ایسا کرنے والے چاہے مرد ہوں یا عورت، دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو گودنا گودیں یا گودوائیں اور ان پر جو چہرے کے بال صاف کریں اور جو حسن کے لئے دانت کشادہ کرائیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کریں، اس لئے صاحب ایمان کو اس طرز عمل سے گریز کرنا چاہئے، یہ وبا پہلے یورپی ممالک میں تھی، اب اس کے سائے مشرقی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں دراز ہوگئے ہیں، جہاں مرد وعورتیں اپنے بدن کے مختلف حصوں پر نشانات لگاتے ہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے، اس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں۔

مسلمان، مسلمان کے لئے آئینہ ہے

’’حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائیں گے‘‘ (ترمذی شریف)

مطلب: جب کسی شخص کے اعضاء وجوارح میں کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو اس کی وجہ سے وہ بے چین سا ہوجاتا ہے اور اس کا پورا جسم اس کی تکلیف کی ٹیس کو محسوس کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح مسلمان باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے، محبت کرنے اور شفقت کرنے میں جسم انسانی کی طرح ہے کہ اس کے کسی ایک عضو میں بھی تکلیف ہو تو بدن کے سارے اعضاء بے خودی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، مسلمانوں کی اس باہمی اخوت ومحبت اور مہربانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلی انداز میں سمجھایا کہ مسلمان باہم ایک دوسرے سے مل کر اس طرح مضبوط ہوتے ہیں، جیسے دیوار کہ اس کے ایک حصہ سے اس کا دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے، اگر دیوار کی ایک اینٹ اپنی جگہ سے کھسک جائے تو پوری دیوار دھرام سے زمین بوس ہوجائے گی، غرضیکہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد دوسرے کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی کہ وہ خود اپنے ساتھ کرتا ہے، اس کا نفع اپنا نفع اور اس کا نقصان اپنا نقصان سمجھے، ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کے نقصان کو دور کرتا ہے اور اس کے پیچھے میں اس کی حفاظت کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت اسلامیہ کی عمارت کیسی مستحکم بنیادوں پر قائم کی، اگر آج بھی ان ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو اس عمارت کی دیواریں شکستہ نہ رہیں، جیسی آج ہیں، ہر جماعت انہیں اصولوں پر دنیا میں بنی ہے اور آئندہ بھی بنے گی، مگر اب ذرا اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیجئے کہ کیا مسلمان آپس میں باہم دست گریباں نہیں ہیں، اپنا سکھ دوسرے مسلمان کے دکھ میں تلاش کرتا ہے یا اس کے سکھ سے پریشان رہتا ہے اور اسی میں سرگرداں رہتا ہے، ماضی میں جب دو مسلمان کسی بات پر الجھ جاتے تو تیسرا تصفیہ کے لئے سینہ سپر ہوجایا کرتا تھا اور آج اگر دو جھگڑتے ہیں تو تیسرا دونوں کو اکساتا ہے اور بسا اوقات اس کا ویڈیو بنا کر وائرل کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ ہم کس سطح پر آگئے ہیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ تعلیم دی کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی عزت وآبرو پر حملہ آور ہوجائے تو تم اس کی پوری قوت کے ساتھ دفاع کرو، تاکہ قیامت کے دن رب کریم کے اعزاز واکرام سے حقدار بن سکو، مگر ہم ہیں کہ خود ہی مسلمانوں کو اذیتیں پہونچانے کے درپے ہیں، خدارا ان غیر اخلاقی حرکتوں سے بچیئے اور اپنے مسلمان بھائی کے دکھ درد کو دور کرنے کی کوشش کیجئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عدت طلاق وعدت وفات

س: عدت طلاق کیا ہے اور عدت وفات کیا ہے؟ دونوں کی تفصیل بیان کریں؟

ج: عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، خواہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

’’وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ‘‘ (سورۃ الطلاق:۴)

اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت شوہر کی وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن ہے، خواہ میاں بیوی کے درمیان یکجائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اللہ پاک کا ارشاد ہے:’’وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا‘‘ (سورۃ البقرۃ:۲۳۴)

’’والعدۃ للموت اربعة اشهر وعشرة... مطلقا وطئت أو لا ولو صغيرة... وفي حق الحامل... وضع حملها‘‘ (الدر المختار علی صدر رد المحتار:۵/۱۸۸، باب العدۃ)

عدت طلاق کی تفصیل یہ ہے کہ اگر نکاح کے بعد میاں بیوی میں تنہائی ویکجائی نہیں ہوئی ہے تو طلاق کی صورت میں بیوی پر کوئی عدت نہیں ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:’’اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہارا ان پر اختیار نہیں ہے کہ تم ان سے عدت گذرواؤ:’’يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا‘‘(سورۃ الاحزاب:۴۹)

اور اگر یکجائی کے بعد طلاق ہوئی ہے اور بیوی کو حیض آتا ہے تو تین حیض عدت گذارنی ہوگی، ورنہ تین مہینے کے ذریعہ عدت گذارنی ہوگی:’’وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ‘‘ (البقرۃ:۲۲۸) ’’وَ الّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ‘‘ (سورۃ الطلاق:۴)

اسقاط حمل سے انقضاء عدت

س: ایک عورت جو حمل سے تھی شوہر نے طلاق دے دی جس سے وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی اور اسی نتیجہ میں اس کا حمل ساقط ہوگیا، سوال یہ ہے کہ اس کی عدت گذر گئی یا نہیں؟

ج: اسقاط حمل سے عدت پوری ہوجاتی ہے، بشرطیکہ حمل چار ماہ یا اس سے زائد کا ہو کیونکہ چار ماہ کی مدت میں عموماً اس کے بعض اعضاء مثلاً ہاتھ، پیر وانگلی وغیرہ بن جاتے ہیں، چار ماہ سے قبل اسقاط کی صورت میں عدت پوری نہیں ہوگی، بلکہ اب اسے تین حیض سے عدت گذارنی ہوگی:’’وانقضاء العدۃ من الاخير وفاقا... وسقط... ظهر بعض خلقه كيد أو رجل أوصبع أو ظفر أو شعر ولايستبين خلقه الا بعد مائة وعشرين يوما ولد حكما فتصير به المرأۃ نفساء... وتنقضي به العدۃ فان لم يظهر له شيء فليس بشيء والمرئي حيض ان دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام والا استحاضة‘‘ (الدر المختار علی صدر رد المحتار:۱/۵۰۰)

نفاس والی عورت کی عدت

س: ایک آدمی نے بچی کی ولادت کی خبر سنکر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی، بیوی عدت کیسے گذارے گی، جبکہ پیدائش کے بعد حیض کا خون آنے میں اچھا خاصا وقت گذر جاتا ہے، بعض دفعہ چھ، چھ مہینے گذر جاتے ہیں، پھر بھی حیض نہیں آتا، ایسی صورت میں عدت کی کیا شکل ہوگی؟

ج: اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر اس سے معلوم کیجئے جو ہزار کوشش کے باوجود بھی باپ بننے سے محروم ہے، بیٹے کی پیدائش پر خوش ہونا اور بیٹی کی پیدائش پر کبیدہ خاطر ہونا صاحب ایمان کی شان نہیں ہے، یہ جاہلیت کا طریقہ ہے جس کا قرآن نے سخت الفاظ میں مذمت کی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:’’جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہوجاتا ہے، جو بری خبر اس کو سنائی گئی اس کے باعث چھپتا پھرتا ہے کہ رسوائی قبول کرتے ہوئے اس کو رہنے دے یا مٹی میں دبادے، کیا ہی برا ان کا فیصلہ۔

’’وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ‘‘ (سورۃ النحل:۵۸-۵۹)

صاحب ایمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے ہر فیصلہ پر راضی رہے، آخر لڑکی کی پیدائش میں بیوی کا کیا عمل دخل تھا اور اس کا کیا قصور تھا کہ وہ عتاب کا شکار ہوئی، یقیناً یہ ظلم اور بڑی حماقت وبدبختی ہے، طلاق تو بہرحال ہوگئی، اب اس کو عدت تین حیض کے ذریعہ گذارنی ہوگی، نفاس کے ایام گذرنے کے بعد جب تک تین حیض نہ آجائیں وہ عدت ہی میں رہے گی، خواہ تین حیض آنے میں جتنا دن لگ جائے:’’وفي القنية: ولدت ثم طلقها ومضى سبعة اشهر فنكحت آخر لم يصح اذا لم تحض فيها ثلاث حيض‘‘ (الدر المختار) فالمعنىٰ انه لم يصح مالم تحض وان مضى تسعة اشهر‘‘ (رد المحتار:۵/۲۱۴)

عدت وفات مکمل ہونے کے بعد گھر سے نکلنا

س: عورتوں میں رواج ہے کہ عدت وفات پوری ہونے کے بعد بیوہ کو اس کے گھر سے نکال کر میکہ یا اور کسی رشتہ دار کے یہاں لے جایا جاتا ہے، یہ علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟

ج: عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد عدت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اس کو ختم کرنے کیلئے کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کہیں جانے کی ضرورت ہے، لہذا صورت مسئولہ میں عدت پوری ہونے کے بعد گھر سے باہر نکلنے کو لازم سمجھنا یہ ایک رسم ہے، دین وشریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

rs\Aadil\Desktop\03-10-2022 Naqueeb\3.10.2022 Izhar Final.inp 9/30/2022 3:29 PM PAGE 3 (1,1)

امارت شرعیه بهار اڈیشه و جهار کهنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72، شمارہ نمبر 37، مورخہ ۶/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

ہندوستان میں جرائم کی رفتار

مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی جانب سے جرائم پر قابو پانے کے بلند بانگ دعووں کے درمیان قومی جرائم رکارڈ بیورو (NCRB) نے ۲۰۲۱ء میں جرائم کے اعداد وشمار کی رپورٹ شائع کی ہے، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرائم کے واقعات میں ملک میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، ۲۰۲۰ء کے مقابلے ۲۰۲۱ء جرائم کے اعتبار سے آگے رہا، اس سال ہر دن اوسطا بیاسی (۸۲) لوگ قتل کیے گیے، نو ہزار سات سو پینسٹھ (۹۷۶۵) لوگ آپسی اختلاف، تین ہزار سات سو براسی (۳۷۸۲) کا قتل آپسی دشمنی، ایک ہزار چھ سو برانوے (۱۶۹۲) لوگ ذاتی مفاد کے حصول کے لیے قتل کر دیے گیے، ملک میں ہر گھنٹے گیارہ سے زائد لوگوں کا اغوا ہوا، جن میں دس ہزار نو سو پینسٹھ (۱۰۹۶۵) بچے انٹھاون ہزار انٹھاون (۵۸۰۵۸) بچیاں چھ ہزار چھ سو انچاس (۶۶۴۹) مرد، اٹھائیس ہزار چار سو پچاسی (۲۸۴۸۵) خواتین اور ایک ٹرانس جنڈر شامل تھے۔ ان میں سے انٹھاون ہزار آٹھ سو ساٹھ (۵۸۸۶۰) افراد زندہ بچا لیے گیے، جب کہ آٹھ سو بیس (۸۲۰) لوگوں کو اپنی جان گنوانی پڑی، بقیہ کا پتہ نہیں چل سکا، اغوا کے معاملہ میں سرفہرست تین ریاستوں میں بہار دوسرے نمبر پر رہا، قتل کے معاملہ میں سرفہرست پانچ ریاستوں کا جائزہ لیں تو بہار اس میں بھی دوسرے نمبر پر ہے، البتہ اتر پردیش کو اس میں اولیت حاصل ہے، تیسرے چوتھے اور پانچویں نمبر پر علی الترتیب مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، اور بنگال ہے، آبادی کے اعتبار سے ہر ایک لاکھ پر دیکھیں تو قتل کے معاملہ میں جھارکھنڈ اور اغوا کے معاملہ میں دہلی سر فہرست ہے، جھارکھنڈ میں ہر ایک لاکھ کی آبادی پر قتل کی شرح ۱ء۴ فی صد اور دہلی میں ہر ایک لاکھ کی آبادی پر اغوا کی شرح ۷ء۲۶ فی صد رہی جو سبھی ریاستوں میں اغوا کی شرح سے بہت زیادہ ہے۔

عصمت دری کے واقعات میں بھی اضافہ ہوا ہے، ۲۰۲۱ء میں روزانہ اوسطا چھیاسی (۸۶) معاملات عصمت دری کے آئے، جن کی تعداد اکتیس ہزار چھ سو ستہتر (۳۱۶۷۷) ہے، جب کہ ۲۰۱۰ء میں یہ تعداد اٹھائیس ہزار چھیالیس (۲۸۰۴۶) تھی، عصمت دری کے علاوہ خواتین کے ساتھ دوسرے جرائم کی تعداد چار لاکھ اٹھائیس ہزار دو سو اٹھہتر (۴۲۸۲۷۸) رہی، ۲۰۲۰ء میں یہ تعداد تین لاکھ اکہتر ہزار پانچ سو تین (۳۷۱۵۰۳) تھی، خواتین کی عصمت دری کے معاملہ میں راجستھان سرفہرست ہے، اس کے بعد چنڈی گڈھ، دہلی، ہریانہ اور اروناچل پردیش کا نمبر آتا ہے، عورتوں کے خلاف جرائم کا اوسط ۸ء۴/فی صد ہے۔

جرائم کی دنیا میں سائبر کرائم کا بھی نام آتا ہے، آن لائن کاموں میں تیزی کی وجہ سے جرائم کی رفتار میں یہاں بھی پانچ فیصد کا اضافہ درج ہوا ہے، ۲۰۲۰ء میں پچاس ہزار پینتیس (۵۰۰۳۵) لوگ اس کے شکار ہوئے تھے، ۲۰۲۱ء میں باون ہزار نو سو چوہتر (۵۲۹۷۴) معاملے رکارڈ کیے گیے، ستر فی صد سے زیادہ معاملات تلنگانہ، اتر پردیش، کرناٹک مہاراشٹر اور آسام میں انجام دیے گیے، چارج شیٹ صرف ۸ء۳۳ فی صد میں ہوئی یعنی صرف ایک تہائی معاملات کی ہی پولیس جانچ کر سکی، سائبر کرائم میں ۸ء۶۰ فی صد معاملات دھوکہ دھری، ۶ء۸/فی صد معاملے جنسی ہراسانی اور ۴ء۵ فی صد معاملات غنڈہ ٹیکس سے جڑے ہوئے تھے، اس معاملہ میں تفتیشی ایجنسیوں کی کارکردگی کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں، صرف بہار کی بات کریں تو پولیس کے ذریعہ اس سال سات ماہ میں ایک لاکھ ستاون ہزار سات سو پینتیس (۱۵۷۷۳۵) ملزمین کی گرفتاری عمل میں آئی، اگر پولیس اس کام کو اسی تیزی کے ساتھ کرتی رہی تو ۲۰۲۲ء کے آخر تک دو لاکھ ستر ہزار (۲۷۰۰۰۰) ملزمین کی گرفتاری عمل میں آسکتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے نظم ونسق کو اور چاق وچوبند کیا جائے، تاکہ شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

بہار میں صنفی عدم توازن

اللہ رب العزت نے بچے بچیوں کی شرح ولادت میں ایک خاص توازن رکھا تھا، ایسا توازن جس کی وجہ سے لڑکے لڑکی کے رشتۂ ازدواج کے لیے صنف مخالف دستیاب تھا، لیکن سائنس نے ترقی کی، الٹرا ساؤنڈ نے بتانا شروع کیا کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی، لڑکیوں کی شادیاں دشوار ہوئیں، لڑکوں کی طلب بڑھی اور لڑکیوں کا حمل کی حالت میں ہی قتل شروع ہو گیا، اسقاط حمل کے بڑھتے واقعات کی وجہ سے حکومت نے حمل کی حالت میں صنفی اور جنسی جانچ پر پابندی لگائی اور اسے قابل سزا جرم قرار دیا، لیکن لوگ کہاں مانتے ہیں، آج بھی چند سو روپے دے کر یہ کام دھڑلے سے ہو رہا ہے، اور ماں کے پیٹ کو ہی لڑکی کی قبر بنا دی جاتی ہے۔

اس صورت حال نے لڑکے لڑکیوں کے اعداد وشمار میں تشویشناک حد تک فرق پیدا کر دیا ہے، صفر سے پانچ سال تک کے بچے بچیوں کے جو اعداد وشمار قومی خاندانی صحت سروے-۵ (نیشنل فیملی ہیلتھ سروے-۵) نے جاری کیا ہے اس کے مطابق ریاست میں ہر ایک ہزار لڑکے پر لڑکیوں کا تناسب چھبیس (۲۶) عدد نیچے چلا گیا ہے، پانچ سال پہلے یہ نو سو چونتیس (۹۳۴) تھا جو اب نو سو آٹھ (۹۰۸) پر آ گیا ہے، رپورٹ کے مطابق سولہ (۱۶) اضلاع میں کچھ سدھار ہوا ہے، لیکن بائیس (۲۲) اضلاع میں گراوٹ درج کی گئی ہے، سب سے بُرا حال مظفر پور ضلع کا ہے، جہاں ایک ہزار بچوں پر صرف چھ سو پچاسی (۶۸۵) بچیاں ہیں، اور یہ اس حال میں ہے جب بہار سرکار لڑکیوں کی تعلیم اور شادی بیاہ تک میں رقم کی فراہمی کی مختلف اسکیمیں چلا رہی ہے، جو حکومت کے مختلف محکموں کی منصوبہ بندی کا حصہ ہیں، حکومت بہار کو بھی اس گرتے ہوئے گراف پر تشویش ہے، چنانچہ اس نے صورت حال کے جائزہ کے لیے اعلیٰ سطحی میٹنگ بلائی اور اس کے اسباب پر غور کر کے سرکاری تدارک کے بارے میں سوچ رہی ہے۔

تدارک صرف ایک ہے، وہ یہ کہ لڑکا لڑکی میں سے کسی کو کمتر نہ سمجھا جائے، شادی کو سادی (بلا نقطہ) بنایا جائے، تلک جہیز کی لعنت سے سماج کو پاک کیا جائے، اور یہ خیال رکھا جائے کہ یہ عمل کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، سرکار دارو گیر کرے یا نہ کرے، لیکن ہمارا اللہ دیکھ رہا ہے، کراما کاتبین نامۂ اعمال میں اسقاط حمل کے واقعات کو درج کر رہے ہیں اور قیامت میں سوال کیا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں انہیں قتل کیا گیا، اس وقت ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، اور ہم اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اللہ ہم سب کی سوچ کو بدل دے؛ تاکہ اس کام کی طرف ذہن ودماغ مائل ہی نہ ہو۔

کوہِ نور

ملکہ الزبتھ دوم کے انتقال کے بعد سے کوہ نور ایک بار پھر سرخیوں میں ہے، ۱۲-۲۱/گرام وزن، ۶-۳/سینٹی میٹر لمبے ۲-۳/سنٹی میٹر چوڑے اور ۳-۱/سینٹی میٹر موٹے اس کوہِ نور کی مالیت اس وقت ۴۷۸۰/کروڑ روپے ہے، بیضوی ہیئت کے اس ہیرے کا وزن کبھی ۲×۳۶/گرام تھا، لیکن اب اس کے وزن میں کمی آئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں سال پہلے آندھرا پردیش میں کھدائی کے دوران یہ ہیرا نکلا تھا، شاہ جہاں تک کئی واسطوں سے یہ پہونچا اور اس نے تخت طاؤس کے اوپری حصے میں اسے جڑوا دیا، نادر شاہ نے جب دہلی کو تخت وتاراج کیا تو اسے تخت طاؤس سے نکال کر اپنے بازو پر باندھنے لگا اور ایران لے گیا، ۱۷۴۷ء میں یہ افغانستان کے احمد شاہ ابدالی کے پاس پہونچا، شاہ شجاع کے واسطے سے یہ رنجیت سنگھ تک پہونچا، رنجیت سنگھ ہمیشہ تو نہیں لیکن بڑی تقریبات کے موقع سے اسے بازو پر باندھا کرتا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ کے وفات پانے کے چار سال بعد ۱۸۴۳ء میں دلیپ سنگھ کو پنجاب کا راجہ بنایا گیا، اس وقت اس کی عمر صرف دس سال تھی، ۲۹/مارچ ۱۸۴۹ء کو دلیپ سنگھ نے انگریزوں سے ڈر کر سمجھوتہ کر لیا جس کے نتیجے میں لاہور کا قلعہ اور کوہِ نور ہیرا انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔ لارڈ لہوزی اسے لینے خود لاہور آیا تھا، اس نے اسے وکٹوریہ کو بھجوا دیا بعد میں اسے تراش خراش کر وکٹوریہ کے تاج میں لگایا گیا، وکٹوریہ کے بعد ایورڈ ہفتم نے اسے تاج میں جگہ نہیں دی، آخری بار یہ تاج میں جڑا ہوا رانی الزبتھ کے تابوت پر ۲۰۰۲ء میں نظر آیا تھا، ملکہ الزبتھ دوم کے دور میں یہ ہیرا ٹاور آف لندن کے جویلر ہاؤس میں رکھ دیا گیا اور یہ اب تک وہیں موجود ہے، اس طرح کوہِ نور ہیرا کو برطانیہ کے قبضہ میں ایک سو تہتر (۱۷۳) سال پورے ہو گیے ہیں۔

ہندوستان اس ہیرے پر اپنا حق جتاتا رہا ہے، ۱۹۴۷، ۱۹۵۳، ۲۰۰۰، ۲۰۰۸، اور ۲۰۱۰ء میں اس کی واپسی کے لیے ہندوستان نے کوشش کی، ۲۰۱۶ء میں سپریم کورٹ میں ایک عرضی داخل کی گئی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ یہ بھارت کی چیز ہے اسے ہندوستان واپس لانا چاہیے، سوشل میڈیا پر وینکٹیشور شکلا نے ایک بار پھر اسے ہندوستان لانے کی مہم چھیڑی ہے، لیکن یہ کام بہت آسان نہیں ہے، قانونی طور پر ایسا ممکن نہیں ہے، البتہ آپسی سمجھوتے کے نتیجہ میں ایسا ہو سکتا ہے، لیکن جب برطانیہ اس کی موجودگی کو باعث فخر سمجھتا ہے تو یہ سمجھوتہ کس طرح ممکن ہو سکے گا۔

البتہ اگر یہ مہم کامیاب ہو گئی تو آرلاؤ، ری جنٹ، دی بلو ہوپ کی علی الترتیب روس، فرانس اور امریکہ سے واپسی کی مانگ بھی زور پکڑے گی، گریٹ مغل ڈائمنڈ کے نام سے مشہور آرلاؤ ہندوستان سے برآمد ہیروں میں سب سے بڑا ہے، اس کا وزن ۶۲-۱۸۹/کریٹ ہے، یہ گول کنڈا، آندھرا پردیش کی کھدائی سے سترہویں صدی میں نکلا تھا مختلف تاجروں کے دست بدست یہ روس پہونچا اور ان دنوں یہ ماسکو میں واقع ڈائمنڈ فنڈ میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔

ری جنٹ ۶۴-۱۴۰/کریٹ کا ہیرا ہے یہ بھی گول کنڈہ میں کھدائی کے دوران ۱۶۹۸ء میں برآمد ہوا تھا، یہ مختلف ہاتھوں سے گذر کر فرانس کے راجہ لوئیس ۱۵، تک پہونچا، ۱۸۰۱ء میں اسے نپولین نے قبضہ کر کے اپنے تلوار میں لگایا، ان دنوں یہ فرانس کے لاؤرے میوزیم کی زینت ہے۔

۵۲-۴۵/کریٹ کا دی بلو ہوپ نیلے رنگ کا بہت چمکدار ہیرا ہے، یہ سترہویں صدی میں کولوکھان سے نکلا تھا، یہ ہندوستان، فرانس، برطانیہ ہوتا ہوا، اب امریکہ کے نیشنل میوزیم آف نیچرل ہسٹری میں رکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ان ہیروں کی واپسی کے مطالبہ کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے، اب یہ جہاں ہیں، جن کے قبضہ میں ہیں، ان کی ملکیت ہیں، آخر میں جن تین ہیروں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ہندوستان سے لُوٹ کے ذریعہ نہیں گیے ہیں، اس لیے اس پر دعویٰ کی بنیاد ہی نہیں بنتی ہے، لیکن سوشل میڈیا اور ہیش ٹیگ پر مہم چلانے کے لیے کوئی منطقی بنیاد ضروری تو نہیں ہے۔

موہن بھاگوت اور الیاسی ملاقات

موہن بھاگوت اور عمیر الیاسی کی ملاقات ان دنوں سرخیوں میں ہے، چند روز قبل ۲۲/اگست کو پانچ مسلمانوں نے جن میں سابق ایم پی شاہد صدیقی، سابق چیف الیکشن کمشنر ایس وائی قریشی، سابق لفٹننٹ گورنر دہلی نجیب جنگ، علی گڈھ مسلم یونیورسیٹی کے سابق وائس چانسلر ضمیر الدین شاہ اور تاجر سعید شروانی شامل تھے، آر ایس ایس چیف موہن بھاگوت سے ملاقات کی تھی، اس ملاقات کے بعد آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت نے ان لوگوں سے ملنے کا منصوبہ بنایا جو نام کے اعتبار سے تو مسلمان ہیں، لیکن ان کی فکر اور ان کے تعلقات آر اس اس اور اس کی ذیلی تنظیموں سے مضبوط رہے ہیں، ان میں ایک نام آل انڈیا مسلم امام آرگنائزیشن کے سربراہ عمیر الیاسی کا ہے، عمیر الیاسی کستوربا گاندھی مارگ پر واقع ایک مسجد کے امام ہیں ان کی رہائش مسجد کے احاطہ ہی میں ہے، وہ اپنی غیر مسلم بیوی کے قتل میں عدالت سے سزا یافتہ بھی ہیں، انہیں یہ خوف ہے کہ عدالت میں زیر التوا فائل کبھی بھی کھل سکتی ہے، اس لیے انہوں نے آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت کے وفد کا خیر مقدم کیا، اس وفد میں اندریش کمار، رام لال اور کرشن گوپال بھی شامل تھے، عمیر الیاسی ان کی آمد سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں ''راشٹر پتا'' تک کہہ ڈالا، راشٹر پتا صرف ہندوستان میں گاندھی جی کے لیے استعمال ہوتا ہے، موہن بھاگوت نے ان کی خوشامد کو سمجھ لیا اور انہوں نے ان کی اصلاح کرتے ہوئے کہا کہ میں ''راشٹر پتا'' نہیں، ''راشٹر کی سنتان'' ہوں، بھاگوت اس کے بعد آزاد پور رواقع ایک مدرسہ بھی گیے، ٹی وی پر ان کے اس اقدام کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور باور کرایا گیا کہ آر اس اس کے نظریہ میں تبدیلی آئی ہے اور وہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتی ہے، حالاں کہ اس کی حیثیت ''ایں خیال است، ومحال است وجنون'' سے زائد کچھ نہیں، جب جمعیت علماء ہند کے قائد کی ملاقات کا کوئی اثر نہ آر اس اس پر پڑا اور نہ ہی ملک میں جاری نفرت کی سیاست پر تو یہ چند بیورو کریٹ اور عمیر الیاسی جیسے لوگ جن کی مسلم سماج میں کوئی پکڑ نہیں، کیا کر سکیں گے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مکالمے جاری نہیں رہنے چاہیے، ضرور رہنے چاہیے، لیکن حقیقی مسلم قائدین کے ساتھ، تبھی کوئی نتیجہ نکل سکے گا۔

s\Aadil\Desktop\03-10-2022 Naqueeb\3.10.2022 Izhar Final.inp 9/30/2022 3:29 PM PAGE 4 (1,1)

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ڈاکٹر علامہ یوسف عبداللہ قرضاوی - تیری جدائی سے ہے عالم سوگوار

عالم اسلام کی ممتاز اور با اثر شخصیت، یوروپین کونسل اینڈ ریسرچ کے سر براہ، الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین کے سابق صدر، اخوان المسلمین کے سر گرم رکن وقائد، رابطہ عالم اسلامی کے سابق رکن، مجمع البحوث الاسلامیہ مصر، مجلس الامناء لمنظمة الدعوة الاسلامیہ افریقہ، مجلس الامناء لمرکز الدراسات الاسلامیہ آکسفورڈ کے رکن، الرقابة الشرعیة لمصرف قطر کے صدر، هیئة الشرعیه العالمیة للزکوٰۃ کویت کے نائب صدر، نامور مفسر، عظیم محدث مشہور فقیہ؛ بلکہ عصر حاضر کے مجتہد، داعئ اسلام، استاذ الاساتذہ، مفکر اسلام عربی کے بڑے شاعر علامہ یوسف عبداللہ قرضاوی کا عیسوی سال کے اعتبار سے ۹۶ اور ہجری سال کے اعتبار سے سو سال کی عمر میں ۲۶/ستمبر ۲۰۲۲ء کو دوحہ قطر میں انتقال ہوگیا، پس ماندگان میں چار بیٹیاں الہام، سہام، علا، اسماء اور تین بیٹے محمد، عبدالرحمٰن اور اسامہ پہلی بیوی اسعاد عبدالجواد ام محمد اور ایک لڑکا دوسری بیوی عائشہ اسماء جزائری سے ہے، جنازہ کی نماز دوسرے دن بعد نماز عصر دوحہ کی جامع الامام محمد بن عبد الوهاب المعروف جامع الدولة میں ہوئی، نماز جنازہ کی امامت شیخ محمد حسن ولد الددو شنقیطی نے کی، پچاس ہزار سے زائد لوگوں کی موجودگی میں پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ تدفین ابوہامور قبرستان میں ہوئی، نماز جنازہ میں قطر کے حکمراں، ولی عہد، وزراء کے علاوہ شیخ محی الدین علی القرہ داغی، حماس کے مرکزی قائد اسماعیل ہنیہ، خالد مشعل، آیا صوفیا ترکی کے خطیب علی الارباس، وزیر اوقاف ترکی اور اخوانی قائدین نے شرکت کی، جنازہ کی نماز دوباران کی قبر پر بھی ادا کی گئی، دنیا کے مختلف ممالک میں غائبانہ نماز جنازہ کا بھی اہتمام کیا گیا، علامہ کی موت سے موت العالِم موت العالَم کا منظر سامنے آگیا۔

علامہ یوسف القرضاوی کی ولادت مصر کے محافظة الغربیة کے ایک گاؤں صفط تراب مرکز کے المحلة الکبری میں ۹/ستمبر ۱۹۲۶ء کو ہوئی، دو سال کی عمر میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، پرورش و پرداخت چچا کے زیر سایہ و سرپرستی ہوئی، نو (۹) برس کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی، جامعۃ الازہر یونیورسٹی کے کلیۃ الاصول سے ۱۹۵۳ء میں اصول دین میں گریجویشن اور ۱۹۵۴ء میں کلیۃ اللغۃ العربیۃ سے امتیازی نمبرات سے بی ایڈ اور ۱۹۵۸ء میں عرب انسٹی ٹیوٹ آف ہایر عرب اسٹڈیز سے زبان وادب میں ڈپلومہ کی سند پائی، علوم القرآن پر ماجسٹریٹ اور فقہ الزکوٰۃ پر زبردست مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، جس کا عنوان تھا، ”دور الزکوٰة فی علاج المشکلات الاقتصادیة وشروط نجاحها“ وہ امام ابن تیمیہ، حسن البنا شہید، محمد غزالی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے افکار واقدار اور دعوت وتبلیغ کے منہج اور طریقہ کار سے متاثر رہے اور پوری زندگی اسی نہج پر کام کرنے میں صرف کر دیا، وہ مشہور اخوانی رہنما تھے اس لیے انہیں پہلی بار ۱۹۴۹ء میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں، اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہونے لگا، صرف جمال عبدالناصر کے دور حکومت میں انہیں تین بار قید کیا گیا، رہائی کے بعد ۱۹۶۱ء میں قطر تشریف لائے یہاں کی حکومت نے نہ صرف آپ کا استقبال کیا بلکہ قطر کی شہریت بھی تفویض کردی، چنانچہ کم وبیش زندگی کے باسٹھ (۶۲) سال آپ نے یہاں گذارے، اس دور میں برطانیہ، اسرائیل اور فرانس میں آپ کی آمد ورفت پر پابندی رہی۔ انہوں نے مصری وزارت کے مذہبی امور دعوۃ والارشاد اور محکمۂ اوقاف میں خدمات انجام دیں، قطر اور جزائر کی یونیورسیٹوں میں بھی تدریس اور محاضرات کے فرائض انجام دیے، ۱۹۷۷ء میں آپ نے قطر یونیورسیٹی میں کالج آف شرعیۃ اینڈ اسلامک اسٹڈیز قائم کیا، مرکز سیرت نبوی کو وجود بخشا، وہ اس کالج کے ڈین بھی رہے، ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۱ء میں اسلامک یونیورسٹی اور اکیڈمک کونسل الجزائر کے صدر کی حیثیت سے کام کیا۔

آپ دعوت وتذکیر کے ساتھ تحقیق وتصنیف کے بھی مرد میداں تھے، اسلامی قانون اور فقہ ان کا خاص موضوع تھا، انہوں نے ایک سو ستر سے زائد کتابیں تصنیف کیں ان میں فقه الزکوٰة، الحلال والحرام فی الاسلام، فقه الجهاد، فتاویٰ معاصرة، فقه الطهارة، فقه الصیام، فقه الغناء والموسیقی، فقه اللهو والترویح، الاجتهاد فی الشریعة الاسلامیة، کیف نتعامل مع القرآن العظیم، کیف نتعامل مع السنة النبویة بین الجحود والتطرف، ترشید الصحوة الإسلامیة ابن الخلل ان کی آپ بیتی ابن القریة والکتاب وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

فنی اور موضوعاتی اعتبار سے ان کی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے عقیدۃ الملل والنحل پر ۱۵، فقہ العبادات پر ۱۰، فقہ الاسرۃ والمجتمعات پر ۵، فقہ المعاملات المالیۃ والاقتصاد الإسلامی پر ۸، فقہ الجنائی پر ۳، السیاسۃ الشرعیہ پر ۱۶، الفقہ العالم ۵، اصول فقہ پر ۸، فتاویٰ پر ۶، فقہ الاخلاق پر ۹، علوم قرآنی اور تفسیر پر ۹، سنۃ نبویہ اور متعلقات پر ۸، فقہ الامۃ والدعوۃ پر ۲۶، عالمین اسلام پر ۱۰، ھموۃ الاسلامیہ پر ۱۲، تاریخ پر ۱۱، شعر وادب اور متعلقات پر ۱۵، خطبہ جمعہ (۱۰/اجزاء) مجموعۂ محاضرات پر ۳۳، کتابیں تصنیف کیں۔

مولانا بدرالحسن قاسمی مقیم کویت نے لکھا ہے ”عصر حاضر کے اسلوب میں ان کی تصنیف وتالیف کا اللہ تعالیٰ نے خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ ان کی تصنیفات میں فکر کی بالیدگی، استدلال کی قوت، تعبیر کی عمدگی، زبان کا زور اور اسلوب نگارش کی سحر آفرینی ساری خصوصیتیں ایسی ہیں، جو پڑھنے والے کو اپنا اسیر بنا لیتی ہیں اور لوگ ان کے گرویدہ اور عقیدت کیش ہوجاتے ہیں۔...ان میں علمی مواد کے ساتھ فکری انحراف کا علاج بھی ہے اور خود اسلام پسند حلقوں میں جو فکری بے اعتدالی اور انتہا پسندی محسوس ہوتی ہے، اس کا بھرپور تدارک بھی ہے۔“

آپ عربی زبان وادب کے نامور ادیب اور بہترین شاعر تھے، انہوں نے قید وبند کے زمانہ میں شاعری کی، ان کی شاعری کا مجموعة ملحمة الابتلاء کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی کی جرأت و بے باکی ضرب المثل تھی، وہ اقبال کے ”نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“ کے سچے مصداق تھے، ان کو دیکھ کر ایمان میں تازگی، قلب میں فرحت وسرور کی کیفیت پیدا ہوتی تھی، بلکہ کہنا چاہیے کہ اللہ یاد آجاتا تھا، ان کی تقریروں کو سن کر غیرت ایمانی شعلہ فروزاں ہوجاتی تھی، وہ عابد شب بیدار اور دین کے مجاہد تھے، انہیں امت کی فکر دامن گیر تھی، انہیں امت مسلمہ سے یہ شکوہ تھا کہ وہ کام نہیں کرتے، وہ ٹرینیں اور ہوائی جہاز استعمال کرتے ہیں، لیکن ان کو اپنے یہاں بنانے کی فنی اور پیشہ وارانہ مہارت نہیں پیدا کرتے، ہم پیشہ وارانہ مہارت میں پیچھے ہیں، حالاں کہ پیشہ وارانہ مہارت بھی ہمارے فرائض میں سے ایک فرض ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا اسلام عقیدہ میں جبر، عبادت میں شکلیت، سلوک میں سلبیت، فکر میں سطحیت، فقہ میں ظاہریت اور زندگی میں مظہریت سے بچاتا ہے، جب کہ ہمارا اسلام عقیدہ میں توحید، عبادت میں اخلاص، اخلاق میں خیر، شریعت میں عدل اور روابط میں اخوت کو ایمانی واسلامی روح قرار دیتا ہے، وہ دین، فکر اور سیاسی مخالفین سے مکالمات پر زور دیتے تھے۔ اور فلسطین کے تناظر میں خودکش حملوں کو جائز ٹھہراتے تھے۔ وہ عرب کے دیگر علماء کی طرح تصویر کشی کو جائز سمجھتے تھے، ان کے نزدیک اسلام قبول کرنے والی عورت کو حالات کے نارمل ہونے تک غیر مسلم شوہر سے میاں، بیوی کا رشتہ بحال رکھنے کی اجازت تھی، چاہے اس میں دسیوں سال لگ جائیں، وہ یورپ میں سودی قرض کے جواز کے قائل تھے، وہ عورتوں کے دودھ بینک سے بچوں کو دودھ پلانے کی اجازت دیتے تھے، اہل علم ومفتیان کرام کو ان کے اس قسم کے فتووں سے اتفاق نہیں تھا، وہ اسے ان کے تفردات پر محمول کرتے تھے، ان کی مشہور کتاب الحلال والحرام میں بھی اس قسم کی باتیں کثرت سے ہیں، جن کے جواب میں اہل علم نے الگ الگ کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ان کی علمی وعملی خدمات کے اہل علم قائل تھے، ان کے استاذ محمد غزالی انہیں امام العصر کہتے تھے، اور فرماتے کہ وہ مجھ سے بہت آگے نکل گیے، وہ میرے شاگرد تھے، لیکن اب میں ان کا شاگرد ہوں، مولانا ابوالحسن علی ندوی کی رائے تھی کہ وہ بڑے عالم محقق اور بڑے مربی ہیں، شیخ الحسن الددو کی رائے تھی کہ وہ ہمارے زمانہ میں علم کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول وارث ہیں، مصطفیٰ زرقاء انہیں حجۃ العصر اور مسلمانوں پر اللہ کی نعمت قرار دیتے تھے، محمد عمارۃ، قرضاوی کو مستقل فکری دبستان، فکری منصوبہ ساز اور فقیہ الامۃ قرار دیتے ہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی نظر میں وہ علامہ، مرشد اور بڑے فقیہہ تھے، وقت کے ان جلیل القدر علماء ومشائخ کی آراء سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی علمی، فکری، عملی عبقریت وعظمت ان حضرات کی نگاہ میں کس قدر تھی۔

انہیں ان کی علمی اور اسلامی خدمات پر ایک درجن سے زائد ایوارڈ ملے، جن میں جائزة البنک الاسلامی لعام ۱۹۹۰ء، جائزة الملک فیصل العالمیة فی الدراسات الإسلامیة ۱۹۹۴، جائزة العطاء التعلیمی التمیز من رئیس الجامعة الإسلامیة ملیشیا ۱۹۹۶، جائزة السلطان حسن ابلقیة سلطان برونائی فی الفقة الإسلامی ۱۹۹۷، جائزة سلطان العویس فی الإنجاز الثقافی والعلمی ۱۹۹۹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علامہ سے میری ایک دید وشنید تھی اور دوسری باضابطہ ملاقات، دید وشنید، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں ہوئی تھی، میں ان دنوں عربی ششم کا طالب علم تھا اور طالب علموں کے مقدر میں صد سالہ اجلاس میں دور کا جلوہ ہی آیا تھا، اور ان کی گفتگو سننے کا موقع، اس طرح علامہ قرضاوی کو پہلی بار میں نے دیکھا اور ان کی گفتگو سننے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

دوسری بار قطر میں باضابطہ ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، موقع تھا ۲۱/تا ۲۳/جون ۲۰۰۸ء میں الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین کے اجلاس عام کا، یہ تین روزہ پروگرام تھا، جو قطر کی راجدھانی دوحہ میں خصوصیت کے ساتھ ہندوستانی علماء کے لیے منعقد ہوا تھا، ہندوستان سے اس پروگرام میں مولانا سید ارشد مدنی، قاری محمد عثمان، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا بدرالحسن قاسمی، مولانا نور عالم خلیل امینی اور جماعت اسلامی کے مولانا جلال الدین انصر عمری موجود تھے، ان اکابر کے قافلہ میں گرد راہ کے طور پر یہ حقیر بھی مدعو تھا، اس موقع سے علامہ یوسف قرضاوی نے حسب توقع مجمع کے سامنے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا، ان کی مرصع تقریر ان کے قلب نہاں کی آواز اور ملت کے لیے بے چین روح کی پکار تھی، انہوں نے علماء کے اتحاد فکر وعمل پر زور دیا تھا، اس موقع سے ڈاکٹر محی الدین قرۃ داغی نے بھی خطاب کیا تھا، بلکہ پروگرام کے ناظم بھی وہی تھے، میں دوسرے دن کے پروگرام میں شریک ہو کر واپس آگیا کیوں کہ اسی دن میری والدہ کا ۲۲/جون کی رات ڈیڑھ بجے انتقال ہوگیا تھا۔ ہندو پاک کے علماء سے انہیں کافی انسیت تھی، وہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی دعوت پر توسیعی خطبہ کے لیے ۱۹۹۷ء میں ہندوستان آئے تھے، انہوں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے جنازہ میں شرکت کے لیے پاکستان کا سفر کیا اور ان کی نماز جنازہ انہوں نے ہی پڑھائی، علامہ قرضاوی نے مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی تکملۃ فتح الملہم پر وقیع پیش لفظ لکھا، مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کی شرح مشکوٰۃ پر اتنا طویل مقدمہ لکھا اور وہ بھی علالت کے زمانہ میں کہ وہ ایک مستقل کتاب بن گئی، دارالمصنفین اعظم گڈھ میں اسلام اور مستشرقین کے سمینار میں بھی آپ کی تشریف آوری ہوئی تھی اور پر مغز مقالہ پیش فرمایا تھا۔

شیخ یوسف قرضاوی کی یہ داستان مکمل نہیں ہے، اس کا مجھے احساس ہے، لیکن میں کیا کروں، پہلی بار مجھے شیخ پر لکھتے ہوئے الفاظ کی تنگ دامانی کا شکوہ ہو رہا ہے، الفاظ تنگ پڑ گیے ہیں، خیالات پر غم کی چادر پھیل گئی ہے اور دماغ میں برف کی موٹی تہہ نے جگہ بنالیا ہے، اور جب دل ودماغ، احساس وخیالات ہی ساتھ چھوڑ دیں تو داستان تمام نہیں ہوتی، ناتمام ہی رہ جاتی ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

سب نے ٹھکرائے مگر رحمت نے تو تھام لیا...

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک بوڑھا آدمی مسلمان ہوا اور تابعین میں سے بنا، اس نے اپنی زندگی گانا گانے میں گزار دی تھی، جب وہ گانا گاتا تھا تو لوگ اس کے شیدائی تھے، اس کے گرد سینکڑوں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا، اس کی آمدنی بے شمار تھی، اس کی اولاد نہیں تھی اور اس کی بیوی بھی فوت ہوگئی۔

جب وہ بوڑھا ہوگیا تو دانت گر گئے جس کی وجہ سے وہ گا ہی نہیں سکتا تھا، اس کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا، وہ مانگنے کے لئے واقف لوگوں کے پاس جاتا رہا، وہ کچھ عرصہ تو اسے دیتے رہے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے بھی ان کو منع کردیا، جب سب دوستوں نے معذرت کردی تو کئی دن تک کھانے کو نہ ملا، اس کو اپنی جوانی یاد آتی کہ میں اتنا حسین تھا، میری آواز کوئیل کی مانند تھی، جب میں گاتا تھا تو ہزاروں لوگ میری آواز پر مرتے تھے اور میری جھلک دیکھنے کو ترستے تھے، لیکن آج میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں اور کوئی بندہ مجھے ایک وقت کا کھانا دینے کو بھی تیار نہیں ہے، اس بڑھاپے، کمزوری اور بھوک کی حالت میں اس کا دل بڑا ہی کھٹا ہوا، اس نے سوچا کہ کاش! یہ راتیں میں اللہ کے لئے جاگا کرتا تو اللہ تعالیٰ مجھے کبھی اپنے دربار سے نہ دھتکارتے، لیکن میں نے تو اپنی جوانی ضائع کردی، نہ حسن وجمال رہا، نہ مال رہا اور نہ ہی کچھ اور میرے پلے رہا، اب میں رب کو کیسے مناؤں۔

چنانچہ وہ اسی سوچ میں گم ہوکر جنت البقیع میں چلے گئے اور قبروں کے درمیان ایک جگہ بیٹھ کر اپنی جوانی کو یاد کر کے رونے لگ گئے، انہوں نے روتے روتے دعا مانگی۔

''رب کریم! میں نے اپنی جوانی ضائع کردی، اب میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ میں آپ کے حضور پیش کرسکوں، میرے منہ میں دانت نہیں، پیٹ میں آنت نہیں، اب میں بوڑھا ہوں، لاٹھی کے سہارے چل کر آیا ہوں، نہ آنکھوں میں بینائی ہے، نہ کانوں میں سنوائی ہے، اے مالک! اب میں شرمندہ ہوں مگر یہاں آکر بیٹھا ہوں تاکہ مین اپنی قبر کے قریب ہوجاؤں۔''

یہ واقعہ مولانا رومؒ نے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ آدمی اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہوکر رویا تو اس کی آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک آدمی چلا آرہا ہے، جب اس نے دیکھا تو وہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ تھے اور انہوں نے اپنے سر کے اوپر کچھ اٹھایا ہوا تھا، وہ ڈر گیا کہ اب امیر المؤمنین آگئے ہیں، وہ تو مجھ جیسوں کا درے سے انتظام کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی چند درے لگ جائیں۔

حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا اور کچھ آگے چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر دوبارہ اس کی طرف آئے، جب اس نے انہیں دوبارہ اپنی طرف آتے دیکھا تو اور زیادہ ڈر گیا کہ یہ پھر میری طرف آرہے ہیں، پتہ نہیں میرا کیا بنے گا، جب حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو انہوں نے وہ گٹھری اپنے سر سے اتار کر اس کے سامنے رکھی اور فرمانے لگے، ''بھائی کھانا کھاؤ''۔

وہ بوڑھا حیران ہوا کہ امیر المؤمنین مجھے کھانا پیش کررہے ہیں، اس نے پوچھا ''اے امیر المؤمنین! آپ میرے لئے کھانا کیسے لائے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''دوپہر کا وقت تھا، میں قیلولہ کررہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا، مجھے خواب میں اللہ رب العزت کی طرف سے پیغام دیا گیا کہ میرا ایک دوست قبرستان میں پریشان بیٹھا ہے، وہ بھوکا ہے، عمر! جاؤ اور میرے اس دوست کو کھانا کھلا کے آؤ، جب میری آنکھ کھلی تو میں نے سوچا کہ اللہ کا دوست ہے، چنانچہ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ جو کھانا تیار ہو وہ دیدو، اس نے کھانا باندھ دیا، میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوست کی طرف جارہا ہوں، لہذا کھانا ہاتھوں میں نہیں، بلکہ اپنے سر پر اٹھا کے لے جاتا ہوں تاکہ اللہ کے دوست کا اکرام ہوسکے، اس لئے عمر کھانا سر پر اٹھا کر آیا ہے، اے اللہ کے دوست کھانا کھالو''۔

جب اس نے یہ سنا تو کہنے لگا، اچھا، میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے رب کے سامنے توبہ کی تھی، میرا پروردگار کتنا کریم ہے کہ اس نے میرے تمام گناہوں کے باوجود میری ندامت کو قبول کرلیا اور وقت کے امیر المؤمنین کو خواب میں حکم دیا کہ جاؤ، میرے دوست کو کھانا کھلا کے آؤ، اے اللہ! تو کتنا کریم ہے، اس بات کو سن کر وہ بوڑھا اتنا رویا کہ وہیں روتے روتے حضرت عمرؓ کے سامنے اس نے اپنی جان اللہ کے حوالے کردی... اللہ اکبر... اللہ رب العزت بڑے قدر دان ہیں، جس طرح اللہ رب العزت قدر دان ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ صفت عطا فرمادے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۲/۸۱)

اخلاص نے رزق کے دروازے کھول دیئے...

ابن عقیلؒ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی زیادہ غریب آدمی تھا، ایک مرتبہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک ہار دیکھا جو بڑا قیمتی تھا، میں نے وہ ہار اٹھا لیا، میرا نفس چاہتا تھا کہ میں اسے چھپالوں، لیکن میرا دل کہتا تھا، ہرگز نہیں، یہ چوری ہے، بلکہ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا یہ ہار ہے اسے میں واپس کردوں، چنانچہ میں نے مطاف میں کھڑے ہوکر اعلان کردیا کہ اگر کسی کا ہار گم ہوا تو آکر مجھ سے لے لے، ایک نابینا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہار میرا ہے اور میرے تھیلے میں سے گرا ہے، میرے نفس نے مجھے اور بھی ملامت کی کہ ہار تو تھا بھی نابینا کا، اس کا کسی کو کیا پتہ چلنا تھا، چھپانے کا اچھا موقع تھا مگر میں نے وہ ہار اسے دے دیا، نابینا نے دعا دی اور چلا گیا۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ میں دعائیں بھی مانگتا تھا کہ اللہ! میرے لئے کوئی رزق کا بندوبست کردے، اللہ کی شان دیکھئے کہ میں وہاں سے ''ہلہ'' نامی بستی آگیا۔ وہاں کی ایک مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ چند دن پہلے امام صاحب فوت ہوگئے تھے، لوگوں نے مجھے کہا کہ نماز پڑھادو، جب میں نے نماز پڑھائی تو انہیں میرا نماز پڑھانا اچھا لگا، وہ کہنے لگے، تم یہاں امام کیوں نہیں بن جاتے، میں نے کہا، بہت اچھا، میں نے وہاں امامت کے فرائض انجام دینے شروع کردیئے، تھوڑے دنوں کے بعد پتہ چلا کہ جو امام صاحب پہلے فوت ہوئے تھے ان کی ایک جوان سال بیٹی ہے، وہ وصیت کر گئے تھے کہ کسی نیک بندے سے اس کا نکاح کردینا، مقتدی لوگوں نے مجھ سے کہا، جی اگر آپ چاہیں تو ہم اس یتیم بچی کا آپ سے نکاح کردیتے ہیں، میں نے کہا، جی بہت اچھا، چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ میرا نکاح کردیا۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار تھا جو میں نے طواف کے دوران ایک نابینا آدمی کو لوٹایا تھا، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا... میں نے پوچھا، یہ ہار کسی کا ہے؟... اس نے کہا، یہ میرے ابا نے مجھے دیا تھا۔ میں نے کہا، آپ کے ابو کون تھے؟... اس نے کہا، وہ عالم تھے، اس مسجد میں امام تھے اور نابینا تھے... تب مجھے پتہ چلا کہ اس کے ابو وہی تھے جن کو میں نے وہ ہار واپس کیا تھا، میں نے اس کو بتایا کہ یہ ہار تو میں نے ان کو اٹھا کر دیا تھا، وہ کہنے لگی کہ آپ کی بھی دعا قبول ہوگئی اور میرے ابو کی بھی دعا قبول ہوگئی، میں نے کہا، وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ آپ کی دعا تو اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بھی دیا، گھر والی بھی دی اور رزق بھی دیا اور میرے ابو کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ جب وہ ہار لے کر واپس آئے تو وہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! ایک امین (امانتدار) شخص نے میرا ہار مجھے لوٹایا ہے، اے اللہ! ایسا ہی امین شخص میری بیٹی کے لئے خاوند کے طور پر عطا فرمادے۔ اللہ نے میرے باپ کی دعا بھی قبول کرلی اور آپ کو میرا خاوند بنادیا... مخلص بندے کا کام اللہ تعالیٰ کبھی رکنے نہیں دیتے، اٹکنے نہیں دیتے بلکہ اس کی کشتی ہمیشہ کنارے لگادیا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار:۱۲/۹۳)

شدت بھوک میں بھی ترک اخلاص گوارہ نہیں

احمد بلگرامیؒ ایک دن وضو کررہے تھے، وضو کرنے کے بعد جب اٹھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے نیچے گر گئے، جو شاگرد وضو کروارہا تھا، اس نے پوچھا، حضرت! کیا ہوا ان کی زبان سے نکل گیا، میں تین دن سے فاقے سے ہوں، اس کمزوری کی وجہ سے چکر آیا اور میں گر گیا، وہ شاگرد ان کو چھوڑ کر کھانا لینے چلا گیا، کھانا لاکر اس نے عرض کیا، حضرت! کھانا کھالیجئے، حضرت نے فرمایا، میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا، اس نے پوچھا، کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ جب میں نے تمہیں بتادیا کہ میں تین دنوں سے فاقے سے ہوں اور تم چلے گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ تم کھانے کی کوئی چیز لے کر آؤ گے، یہ جو طمع مخلوق کے ساتھ ہے، اس کو اشرافِ نفس کہتے ہیں، یہ بھی ماسوا کے ساتھ طمع ہے، میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا اور میں اپنی امیدیں فقط اللہ کے ساتھ رکھتا ہوں، چنانچہ انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کردیا، مگر وہ شاگرد بھی اتنا ہونہار تھا کہ جب حضرت نے انکار کردیا، تو کہنے لگا، حضرت! اچھا آپ کھانا نہیں کھاتے تو میں کھانا لے جاتا ہوں، وہ کھانے لے کر چلا گیا، وہ پانچ دس منٹ نظر سے اوجھل رہا اور اس کے بعد پھر واپس آگیا اور عرض کرنے لگا، حضرت! اب تو آپ کے دل سے طمع ختم ہوگئی ہے، اب میں دوبارہ کھانا لے آیا ہوں، آپ قبول فرمالیں، اب حضرت نے وہ کھانا قبول فرمالیا... پتہ چلا کہ ہمارے مشائخ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے لئے کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بندے کی نیت کے مطابق معاملہ فرمادیتے ہیں۔

(خطبات ذوالفقار:۱۲/۹۵)

قرآن وحدیث میں جسمانی صحت کے رہنما اصول

ہارون الرشید کا زمانہ تھا، بادشاہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا، جو بڑا اچھا معالج اور حکیم بھی تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اسے موقع دیا گیا، اس نے کہا کہ میں دین کا علم بھی رکھتا ہوں اور حکمت کا علم بھی جانتا ہوں، آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمام اصولِ زندگی موجود ہیں، کیا قرآن مجید میں انسان کی صحت کے متعلق بھی کوئی اصول بتایا گیا ہے، ہارون الرشید نے اپنے پاس موجود علماء سے کہا کہ آپ اس کے سوال کا جواب دیں، چنانچہ ایک عالم ''علی بن حسین'' کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: جی، ہمیں قرآن مجید میں جسمانی صحت کے بارے میں ایک بڑا Golden Rule (عمدہ اصول) بتایا گیا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ گولڈن رول کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا'' (الاعراف: ۳۱)

تم کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو یعنی Over Eating (بسیار خوری) نہ کرو، بلکہ جتنی ضرورت ہے، اتنا کھائیے اور پھر اللہ کے حمد بیان کیجئے، یہ جو Over eating (زیادہ کھانے) سے منع کیا گیا ہے، یہ ایک ایسا بہترین اصول ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے تو اس کو زندگی میں بیماریاں آنے کے Chances بہت کم ہوجاتے ہیں۔

وہ حکیم یہ سن کر کہنے لگا کہ میں حکیم ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک بہترین اصول ہے، اس نے پھر کہا، کیا تمہارے نبی علیہ السلام نے بھی روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی اصول بتایا ہے کہ آدمی اپنے جسم کا خیال کیسے رکھ سکتا ہے؟ وہ عالم د کہنے لگے، جی ہاں، اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جسمانی صحت کے بارے میں بڑا انمول اصول بتادیا ہے، چنانچہ انہوں نے حدیث پاک بیان کی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے، تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے''۔ جب عیسائی حکیم نے علی بن حسین کے زبان سے قرآن وحدیث میں موجود طب کے یہ رہنما اصول سنے تو وہ کہنے لگا، تمہاری کتاب اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی۔.... اللہ اکبر

اس طرح اگر غور کیا جائے قرآن مجید اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی روحانی بیماریوں کی نشاندہی اور اس کے علاج کے طریقوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں کا بھی علاج بتلایا اور بہت سے نباتات کی افادیت بتلائی، کھجور اور زیتون کے فائدے وغیرہ بتلائے جن اطباء نے مرکبات سے بیماریوں کے علاج کی تدبیریں کیں ان میں انہوں نے احادیث کے طب نبویؐ سے استفادہ کیا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر نبوت

مولانا شمیم اکرم رحمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور شعور و نظر کی دولت سے نوازا ہے جس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ کائنات کے نظام میں اور اپنی ذات میں غور و فکر کر کے ایک خدا کی طاقت کو تسلیم کرے، چنانچہ انسان جب اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے اور شعور کی مختلف منزلوں کو طے کرنے کے بعد ایک خدا کی طاقت کو تسلیم کر لیتا ہے تو فطری طور جو سوالات سب سے پہلے اس کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں وہ یہ کہ مالک کائنات نے اسے اس دنیا میں کیوں بھیجا ہے؟ وہ کون سے امور ہیں جن کی انجام دہی سے خدا کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ کون سے کام ہیں جن کی انجام دہی سے خدا ناراض ہوتا ہے، انسان حواس سے ان سوالوں کے جوابات کو جاننے کی کوششیں کرتا ہے لیکن اس کے حواس ان پیچیدہ سوالات کو حل نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ سننے، دیکھنے اور چکھنے کی طاقتوں کا جس طرح ایک دائرہ کار ہے اسی طرح سوچنے کی قوت اور عقل کے استعمال کا بھی ایک دائرہ کار ہے جس سے آگے عقل ناکام ثابت ہوتی ہے، البتہ وہ چاہتی ہے کہ کوئی ایسا شخص اس کے ان سوالات جوابات دے جسے براہ راست خدا نے ان سوالات کے جوابات بتائے ہوں تاکہ نہ انسانی عقل پر معاملہ اٹکے جو سینکڑوں بھیس بدل سکتی ہے اور نہ کسی اور طرح کے جھوٹ کا شائبہ ہو، چنانچہ اللہ رب العزت نے نبوت و رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا اور عقل انسانی کی مکمّل رہنمائی فرمائی، بعض روایات کے مطابق نظام رسالت کے تحت کم بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائے جن میں سے پہلے نبی کی شکل میں حضرت آدم علیہ السلام کا انتخاب عمل آیا اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم منتخب ہونے، تمام انبیاء کرام اللہ کے مخصوص اور برگزیدہ بندے تھے، ہر طرح کی کمزوریوں سے پاک اور خطاؤں سے معصوم تھے البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کرام کی نبوت مخصوص قوم، اور مخصوص علاقے اور مخصوص زمانے کے لئے تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ زمانہ قوم، علاقہ اور زبان بندشوں سے ماوراء ہے، اور تمام انسانوں کے لئے ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخاری و مسلم)

مذکورہ روایت کے علاوہ متعدد روایات ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ کی نبوت کی عالمگیریت کا ثبوت ملتا ہے، قرآن مجید میں بھی ک ءجگہوں پر آپ کی رسالت کی ہمہ گیریت اور عالمگیریت کی نہ صرف نشاندہی کی گئی بلکہ آپ کو ہدایت کی گ ء کہ آپ پوری دنیا کے سامنے اور قوت کے ساتھ اعلان کر دیں کہ آپ عرب و عجم اور پوری انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجے گیئے ہیں تاکہ دنیا میں بسنے والے تمام افراد پر حجت تمام ہو جائے چنانچہ حسب الحکم آپ نے اعلان کیا کہ اے لوگو! میں تم تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (الاعراف:158)

تمام انسانوں کے نبی ہونے کے یہ معنی قطعاً نہیں ہیں کہ آپ جناتوں کے نبی نہیں ہیں، ایک ش ء کے اثبات سے دوسرے شئی کی نفی نہیں ہوتی ہے، قرآن مجید کی آیات اور متعدد روایات سے ثابت ہے کہ جناتوں کے کئی گروہ نے آپ کے ہاتھ پر نہ صرف اسلام قبول کیا ہے بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد تبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا الثقلین بھی کہا جاتا ہے، اس میں کسی طرح کی شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ رسول الثقلین ہیں اور آپ کی نبوت عالمگیر ہے، آپ کی نبوت کو عالمگیر بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ سارے کام کیے ہیں جن کی ضرورت عقل انسانی بھی محسوس کرتی ہے، تاکہ کسی کے لیے انکار کا کوئی منطقی جواز بھی فراہم نہیں ہو سکے۔ اس میں کیا شبہ ہے نبوت کو عالمگیر بنانے کے لئے بظاہر سب سے پہلی ضرورت تھی کہ آپ کی ذات کو تمام انبیاء سے افضل بنایا جائے تاکہ ذات و صفت میں مکمل یکسانیت رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء کرام سے افضل بنایا اور آپ کے اندر وہ خصوصیات جمع کر دیں جو مختلف انبیاء کرام میں الگ الگ موجود تھیں، یوسف کا حسن، ایوب کا صبر داؤد کی حکمت، موسیٰ کا جلال اور شیث کی معرفت ایک ساتھ آپ شخصیت میں جلوہ گر ہے جنہیں ادنیٰ غور و فکر بعد سمجھا جاسکتا ہے البتہ غور و خوض کے اس زاویہ میں بظاہر اختلاف کی گنجائش تھی اس لئے کہ غور و خوض کی بنیاد عقل ہوتی ہے جو کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ شب معراج میں تمام انبیاء کرام کی امامت کا شرف بھی آپ کو عطا فرمایا تاکہ تمام انبیاء کرام کے بالمقابل آپ کی افضلیت اس طرح واضح ہو جائے کہ کسی کے لیے چون و چرا کی گنجائش ہی باقی نہ رہے، اسی طرح نبوت کو عالمگیر شان عطا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کی شخصیت کو عالمگیر بھی بنایا تاکہ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی سطح تک کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے بھی آپ کی ذات میں نمونہ مل جائے چنانچہ یہی ہوا آپ کی شخصیت کو بھی عالمگیر بنایا گیا اور آپ کی ذات میں اتنی متنوع صفتیں جمع کر دی گئیں جو کسی اور شخصیت جمع نہیں کی گئیں تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ زندگی میں پوری انسانیت کے لئے نمونہ نظر آتا ہے، انسان امیر ہو، غریب ہو حکمران ہو، رعایا ہو، جرنیل ہو، تاجر ہو، استاذ ہو، طالب علم ہو یا کچھ اور ہو ہر شخص اپنی زندگی کے لئے اپنی مخصوص حالت کے مطابق آپ کی زندگی سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ رسالت مآب صلی اللہ علیہ کی زندگی کو نمونہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :''کہ بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے'' (احزاب:21) بقول امیر خسرو

شیوۂ و شکل و شمائل و حرکات و سکنات
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کتاب عطا فرمائی اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود ہی لی اور نہ صرف حفاظت کی ذمہ داری لی بلکہ حفاظت کے لیے ایسا نظام بنایا جس پر غور کرنے کے بعد عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کسی بھی کتاب کی حفاظت کا اس بہتر انتظام نہیں ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اطراف عالم میں پھیلے ہوئے انسانوں کے سینے میں قرآن مجید کو اس طرح محفوظ کر دیا کہ کوئی ایک نقطہ کو ٹس سے مس نہیں کر سکتا ہے، بلاشبہ عالمگیر نبوت کا تقاضا تھا کہ جس کتاب ہدایت کے ذریعے اس کی عالمگیریت کا دنیا میں اعلان ہو رہا ہے اس کی حفاظت اسی طرح ہو تاکہ قیامت تک آنے والی نسل کے لئے خدا کا پیغام اصل صورت میں موجود رہے اور وہ براہ راست قرآن کو سمجھ کر آپ کی ذات پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور احادیث کے واسطے سے جو تعلیمات آپ کو عطا فرمائیں وہ بھی نبوت کی عالمگیریت کے تقاضے کے مطابق ہیں اور بے انتہا متاثر کن ہیں، آپ کی تعلیمات میں کہیں پر بھی کسی طرح کی عصبیت کی بو نظر نہیں آتی ہے، آپ آفاقی تعلیمات کے مطابق سارے لوگ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، رنگ، نسل علاقے اور زبان کی تفریق کا افضلیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، پوری دنیا کے انسانوں کے لیے افضلیت کا پیمانہ صرف تقوی ہے، جس اختیار کر کے کوئی بھی شخص خدا مقرب بن سکتا ہے، اور جسے چھوڑ کر کوئی بھی شخص جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے، چونکہ آپ کی تعلیمات سب کے لئے تھیں اسی لئے آپ نے سماج کے ہر طبقہ کو اسلام کی دعوت دی اور جب آپ ذوالحجہ 6ھ میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو حسب موقع اسلام کی دعوت کے لئے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی خطوط لکھے، یہ خطوط لے کر چھ مختلف صحابہ کرام ایک ہی دن مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئے، موصولہ اطلاعات کے مطابق آپ کی جانب سے بعض بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام لکھے گئے خطوط میں سے کچھ خطوط آج بھی استنبول کے عجائب خانے میں محفوظ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خطوط آپ کی نبوت کی عالمگیر ہونے اور اسلام کی بین الاقوامی مذہب ہونے بہت واضح علامت ہے۔

اسی طرح نبوت کے عالمگیر قرار دینے کے لئے ضروری تھا کہ واضح الفاظ میں نبوت کا سلسلہ بھی آپ کی ذات پر ختم کر دیا جائے تاکہ یہ طے ہو جائے کہ فلاح کے لیے نبوت محمدی پر ایمان لانے کے بجائے کوئی اور راہ نہیں ہے اور نہ آنے والے دنوں میں بھی ہو سکتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم کر دیا اور سینکڑوں آیات و رویات میں واضح الفاظ اور مختلف انداز کے ساتھ پوری دنیا کے انسانوں کو سمجھایا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ اب ختم ہو چکا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک دلچسپ اور موثر مثال سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ کہ ''میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کرام کی مثال یوں ہے۔ جیسے کسی نے ایک بڑی خوبصورت اور عمدہ عمارت بنائی اور اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد گھوم کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگائی گئی۔ تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں'' (بخاری و مسلم)

اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ سمجھایا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا کہ ان کے بعد نبوت کے کتنے جھوٹے دعویدار کھڑے ہونگے تاکہ امت نبوت کے معاملے میں مکمل ہوشیار رہے اور کسی بھی نبوت کے دعویدار کو یکسر مسترد کر دے چنانچہ یہی ہوا بھی۔ عہد رسالت کے بعد نبوت کے دعویدار کی ایک تعداد پیدا ہوئی اور امت مسلمہ نے سب کو مسترد کیا اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبوت کا سلسلہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، آپ کا لایا ہوا دین آخری دین ہے لہذا قیامت تک آنے والی نسل پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول مانیں اور ان کے فرامین کو حرز جاں بنائیں مبادا کوئی انسان اسلام کے علاوہ اگر کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو قرآن مجید کے دوٹوک اعلان کے مطابق وہ اللہ کے نزدیک کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہوگا، اور اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب کا اختیار کرنے والا آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران:85)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی جامعیت، تعلیمات کی آفاقیت اور نبوت کی عالمگیریت پوری دنیا کے انصاف پسند اشخاص کے لئے بے انتہا متاثر کن ہے، جس پر سینکڑوں پڑھے لکھے غیر مسلم کے اقوال پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن مختصر سے مضمون کا تقاضہ ہے کہ ان اقوال سے اجتناب کیا جائے البتہ مشہور مورخ، ماہر فلکیات اور مصنف مائیکل ایچ ہارٹ کو کون نہیں جانتا ہے، انہوں نے انسانی تاریخ کے سو سب سے زیادہ متاثر کن شخصیات کے تعارف کو کتابی شکل میں جمع کرنا چاہا اور اس کے لئے انصاف کے ساتھ تحقیق شروع کی تو وہ بھی اس نتیجے پر پہونچے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متاثر کن اور جامع شخصیت کا وجود اس دنیا میں نہیں ہوا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''دی 100'' میں پہلی نمبر پر محمد صلی اللہ علیہ کو رکھا اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ''میرا دنیا کے سب سے زیادہ بااثر لوگوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منتخب کرنا کچھ قارئین کو حیران کر سکتا ہے اور اس کے بارے میں کچھ لوگوں کی طرف سے سوالات بھی اٹھائے جاسکتے ہیں لیکن یہ سچائی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت واحد تاریخی ہستی ہے جو دینی اور دنیوی دونوں محاذوں پر برابر کامیاب رہی ہے، انہوں نے عاجزانہ طور پر اپنی مساعی کا آغاز کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اسے پھیلایا۔ وہ ایک انتہائی موثر سیاسی رہنما بھی ثابت ہوئے۔ آج تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر نہ صرف موجود ہیں بلکہ مزید گہرے ہو رہے ہیں'' (The Hundred; Page-03)

مائیکل ایچ ہارٹ نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ ایسی حقیقت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو انصاف کے ساتھ پڑھنے کے بعد کوئی بھی سمجھ سکتا ہے، ہمارا تو خیر ایمان ہی ہے کہ آپ کی شخصیت ہر اعتبار سے سب سے افضل سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع ہے؛ بلکہ خدا کے بعد سب کچھ آپ ہی ہیں۔ بقول اقبال

لَوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گُنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

رسالت محمدیﷺ کی آفاقیت

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

غزوہ تبوک کا موقع تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ حالت سفر میں تھے۔ گرمی کی شدت تھی، زادِ سفر ختم ہونے کو تھا، صحابہ کرامؓ بھوک و پیاس کا سامنا کر رہے تھے۔ صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ہم لوگ اپنے بار بردار اونٹوں کو ذبح کرلیں اور ان کو کھانے اور تیل کے لئے استعمال کرلیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی درخواست سن کر فرمایا کہ ایسا کرلو۔ اس وقت حضرت عمر فاروقؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اگر ایسا کیا تو سواریاں کم تر ہوجائیں گی۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ان کی بچی ہوئی خوراک منگوائیں اور اس پر اللہ سے برکت کی دعا فرمائیں۔ شاید اللہ اس میں اپنی برکت عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے مشورہ کی تائید فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان منگوایا اور لوگوں کے کھانے کا بچا ہوا سامان منگوایا۔ کچھ لوگ اپنے ہاتھوں میں جوار، کچھ لوگ کھجور اور کچھ لوگ روٹی کا ٹکڑا لے کر آئے۔ یہ سب چیزیں دسترخوان پر جمع کردی گئیں۔ مگر وہ سب ناکافی تھیں۔ تب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے برکت کی دعا کی۔ دعا کے بعد صحابہ کرامؓ سے فرمایا، تم لوگ یہ سامان اپنے برتنوں میں بھرنا شروع کرو۔ لوگوں نے اپنے برتن ان کھانوں سے بھرنا شروع کیا یہاں تک کہ لشکر میں موجود ہر مجاہد کا برتن کھانے سے بھر گیا۔ تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ ان دونوں عقیدوں کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا“۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

غزوہ تبوک کے موقع پر جو واقعہ رونما ہوا وہ دلچسپ اور حیران کن تھا۔ مجاہدین اسلام کا کارواں بھوک سے پریشان تھا۔ اس کا توشہ ختم ہوچکا تھا مگر امیرِ کارواں کی دعا سے خالی توشہ دان بھر گیا اور لوگ شکم سیر ہوگئے۔ یہ کسی جادوگر کا شعبدہ نہ تھا بلکہ رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ایسے معجزے کا مشاہدہ بارہا کیا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جس عقیدہ کی تعلیم دی وہ یہ تھی کہ ایک اللہ کو معبود برحق سمجھنا اور محمد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنا اور اس میں کسی طرح کے شک وشبہ میں مبتلا نہ ہونا۔ یہی بنیادی پیغام تھا جس کو لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور یہی بنیادی عقیدہ ہے جس کے حاملین دنیا میں مومن اور مسلمان کہلائے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثار کرنے والے مومن بھی ہیں اور ان سے دشمنی کرنے والے، ان پر کیچڑ اچھالنے والے اور ان کو گالی دینے والے کافر بھی موجود ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیغام وضاحت اور دلائل کے ساتھ لوگوں تک پہنچادیا، تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس سچے اور بے لاگ پیغام کو قبول کرلیں۔ پھر بھی جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے ان کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے برسرپیکار رہوں جب تک اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کریں تو ان کی جان و مال میری طرف سے محفوظ ہیں“۔ (مسلم، کتاب الایمان)

دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو خدا کی عبادت کے قائل ہیں مگر رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں، وہ ان کو سچا نبی نہیں مانتے یہاں تک کہ ان میں یہود ونصاریٰ بھی ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے رسولوں کی تائید کی اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کی تصدیق کی، مگر اس تصدیق وتائید کا بدلہ ان کے ماننے والوں نے تکذیب اور توہین سے دیا۔ ان کے ایمان کا دعویٰ ثابت ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول کے ایمان کا دعویٰ نہ تسلیم کریں اور ان کے پیغام کے آگے سرنہ جھادیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ تم ایسے علاقے میں جارہے ہو جہاں اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) بستے ہیں۔ ان لوگوں کو سب سے پہلے اس چیز کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس بات کو قبول کرلیں تو انہیں تعلیم دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کو بتادینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو زکوٰۃ میں ان کا عمدہ مال نہ لینا (اوسط درجہ کا لینا) اور مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لیے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان)

اہل کتاب یہ سمجھتے تھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچے رسول ہیں تب بھی یہود ونصاریٰ ان کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ ان کی رسالت صرف مشرکین عرب کی طرف ہے اور صرف مشرکین ہی ان کے دین کو قبول کرنے کیلئے مدعو ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے ذریعہ یمن کے یہود ونصاریٰ کو واضح پیغام دیا کہ ان کی رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے خواہ وہ مشرکین ہوں، مجوس ہوں یا اہل کتاب۔ یہی آفاقی پیغام تھا جس کی اشاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے: ”اے نبی! کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ موت دیتا ہے اور زندہ کرتا ہے، تو تم سب لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امّی پر جو خود ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو“۔ (الاعراف: 158)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی بادشاہت تمام اہل جہاں کے لئے ہے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام اہل جہاں کے لیے ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے اور مجھے مقام شفاعت عطا کیا گیا ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین یہ کہتے ہیں کہ آخرت میں نجات حاصل کرنے کے لیے صرف اللہ پر ایمان لانا کافی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم نہیں ہے۔ وہ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ ”جو شخص اس حال میں مرا کہ اسے یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ جنت میں جائے گا۔“ (مسلم، کتاب الایمان)

خاص طور پر یہود ونصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ اپنے رسولوں کو مانتے ہیں اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہیں مانتے تو جہنم میں کیوں جائیں گے۔ ایسے تمام لوگوں کو یہ باور کرلینا چاہیے کہ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم ہے اس کے بغیر نجات نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جو صرف توحید کو مدار نجات بتاتی ہے وہ مجمل ہے اس کی تفصیل متعدد مقامات پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر نار جہنم کو حرام کردے گا۔“ (مسلم، کتاب الایمان)

قرآن کریم میں یہ بات صاف اور صریح لفظوں میں بتادی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت کی نجات کا مدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنے پر ہے۔ ارشاد ہے: ”جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے جو کہ ان کے رب کی طرف سے برحق ہے اس پر ایمان لائیں تو اللہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی حالت درست کردے گا۔“ (محمد: 3)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان میں کہ وہ تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ یہ نکتہ بھی پوشید ہے کہ وہ ختم المرسلین ہیں۔ رہتی دنیا تک کے لیے رسول بنائے گئے ہیں۔ ان کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں بیان فرمایا: ”میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (ترمذی)

جو شخص رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم نہیں کرتا وہ اصلاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا، اس لیے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کافروں سے جنگ کروں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس پیغام پر ایمان جسے میں لے کر آیا ہوں، جب وہ ان چیزوں پر ایمان لائیں گے تو ان کی جان و مال میری طرف سے محفوظ ہوجائیں گی، ماسوا کسی حق کے اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہوگا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لیے ہدایت کے معاملہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو نمونہ بنایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: ”اگر وہ یہود ونصاریٰ اس طرح سے ایمان لائیں جس طرح تم لوگ ایمان لائے ہو تب تو وہ ہدایت یاب ہیں اور اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو جان لو کہ وہ لوگ دشمنی میں پڑے ہوئے ہیں، تمہارے لیے اللہ ان سے کافی ہے اور وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔“ (البقرہ: 137)

ایمان کا یہی معیار ہے جس پر امت مسلمہ آج تک دل و جان سے یقین رکھتی ہے اور اسے اپنی پہچان بنائے ہوئے ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص نے ایمان کا حقیقی مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا“۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

عصر حاضر کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ معاندین اسلام کی طرف سے رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نازیبا حملے کثرت سے کیے جارہے ہیں اور ان کی کردارکشی کے نت نئے طریقے اختیار کیے جارہے ہیں۔ یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے وحشی قبائل اور بادیہ نشینوں کے سردار اور مصلح تو ہوسکتے ہیں، متمدن دنیا کے ہادی و رہنما نہیں ہوسکتے۔ اس کا مقصد ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی دعوت کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکنا، مسلمانوں کے ایمان کی بنیاد کو کمزور کرنا اور امت مسلمہ کا رشتہ اپنے نبی کی شخصیت اور سیرت سے منقطع کرنا، تاکہ یہ امت بے ایمان اور بدکردار ہوجائے اور اسے غلام بنانا آسان ہوجائے۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ مضبوطی سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر قائم رہیں۔ شبہات کو دور کریں اور اہل دنیا کو معقولیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی دعوت دیں۔

حدی را تیز تر می خواں چوں محمل را گراں بینی
نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

جرمن حکومت سعودی عرب کو ہتھیار برآمد کرنے پر رضامند

میڈیا رپورٹس کے مطابق جرمنی کی موجودہ مخلوط حکومت نے سعودی عرب کو ہتھیار برآمد کرنے کے لیے نئے سودوں کو منظوری دے دی ہے۔ یہ خبریں جرمن چانسلر اولاف شولس کے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات (یو اے ای) اور قطر جیسے خلیجی ممالک کے دورے سے واپس آنے کے بعد سامنے آئی ہیں۔ برلن نے سن 2018 کے اپنے ایک اہم فیصلے کے تحت، یمن کی جنگ میں شمولیت اور سعودی نژاد امریکی صحافی جمال خاشقجی کے قتل کے الزامات کے بعد ریاض کو ہتھیاروں کی برآمدات پر پابندی عائد کردی تھی۔ معروف جرمن اخبار ڈیر اسپیگل اور جرمن خبر رساں ادارے ڈی پی اے کی خبروں کے مطابق جرمن وزیر اقتصادیات رابرٹ ہیبیک نے جرمن پارلیمان کو لکھے گئے ایک خط میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ چانسلر شولس نے مشرق وسطی کے دورے سے قبل اسلحے کی برآمدات سے متعلق کئی سودوں کی منظوری دی تھی۔ اس مکتوب کے مطابق برآمدات کے لیے لائسنس کی منظوری اٹلی، اسپین اور برطانیہ کے ساتھ ایک مشترکہ پروگرام کا حصہ ہے۔ ڈیر اسپیگل کے مطابق اس منظوری کے سبب اب ریاض یورو فائٹر اور ٹورنیڈو جیٹ طیاروں کے لیے 36 ملین یورو کے آلات اور گولہ بارود خرید سکے گا۔ ڈی پی اے کی اطلاعات کے مطابق یورپی تعاون کے اس منصوبے کے تحت ایئربس 330 اے ایم آر ٹی ٹی کے لیے تقریباً 2.8 ملین یورو کے فاضل پرزے بھی فراہم کیے جائیں گے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

یوکرین کے چار علاقوں کو روس میں ضم کرنے کا اعلان

یوکرین کے چار علاقوں میں ریفرنڈم کے بعد ماسکو میں جمعہ کو ایک تقریب میں ان علاقوں کو روس میں باضابطہ ضم کرنے کا اعلان کیا جائے گا۔ امریکہ نے اس اقدام کی مذمت کی ہے جبکہ یوکرینی صدر نے اعلیٰ سطحی ہنگامی اجلاس طلب کرلیا ہے۔ کریملن کے ایک ترجمان نے بتایا کہ یوکرین کے علاقوں زاپوریژیا، خیرسون، ڈونیٹسک اور لوہانسک میں ریفرنڈم کے بعد ماسکو میں جمعے کے روز ایک خصوصی تقریب میں ان چاروں علاقوں کو روس میں الحاق کو باضابطہ شکل دی جائے گی۔ اس موقع پر صدر ولادیمیر پوٹن اہم خطاب کریں گے۔ قبل ازیں کریملن سے جمعرات کی شام کو جاری ہونے والے ایک صدارتی حکم نامے میں صدر پوٹن نے زاپوریژیا اور خیرسون کی آزادی کو تسلیم کرلیا جس سے ان علاقوں کے روسی فیڈریشن میں ضم کرنے کا راستہ ہموار ہوگیا۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

افغانستان میں تعلیمی ادارے کے باہر خودکش دھماکہ؛ 19 افراد جاں بحق

افغان دارالحکومت ایک مرتبہ پھر خوفناک دھماکے سے لرز اٹھا، ایک تعلیمی ادارے کے باہر خودکش دھماکے کے نتیجے میں 19 افراد جاں بحق جب کہ متعدد زخمی ہوگئے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق خودکش دھماکہ افغانستان کے دارالحکومت کابل کے ہزارہ اکثریتی علاقے دشت برچی میں تعلیمی ادارے کے باہر ہوا جہاں داخلہ ٹیسٹ جاری تھے۔ کابل پولیس کے ترجمان کا کہنا ہے کہ دھماکے کی زد میں آکر اب تک 19 افراد جاں بحق ہوچکے ہیں جب کہ 27 زخمی ہیں جنہیں اسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ (نیوز ایکسپریس)

روس، طالبان میں پٹرول، گندم اور گیس خریداری کا معاہدہ

افغانستان کی طالبان حکومت اور روس کے درمیان پٹرول، گندم اور گیس کی خریداری کے لیے معاہدہ طے پایا ہے۔ یہ طالبان کا پہلا بین الاقوامی تجارتی معاہدہ ہے۔ میڈیا کے مطابق طالبان حکومت نے روس سے تیل، گیس اور گندم خریدنے کے معاہدے پر باقاعدہ دستخط کردیے ہیں، جس کے بعد افغانستان کی معیشت میں بہتری کے قوی امکانات پیدا ہوں گے۔ افغان قائم مقام وزیر تجارت حاجی نورالدین عزیزی نے میڈیا سے گفتگو میں مذکورہ معاہدے کی تصدیق کی اور بتایا کہ روس افغانستان کو سالانہ 10 لاکھ ٹن پیٹرول، 10 لاکھ ٹن ڈیزل فراہم کرے گا۔ (نیوز ایکسپریس)

شہزادہ محمد بن سلمان مملکت سعودی عربیہ کے ''وزیر اعظم'' نامزد

سعودی عرب کے طاقتور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کو سعودی عرب کا وزیر اعظم نامزد کردیا گیا ہے، یہ عہدہ روایتی طور پر بادشاہ کے پاس ہوتا ہے، جس کا اعلان منگل کو ایک حکومتی ردوبدل کے دوران کیا گیا ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ اقدام مؤثر طریقے سے پرنس محمد کے ذریعے پہلے سے موجود اقتدار کو باضابطہ بنانے کے لیے کیا گیا ہے، تاکہ محمد بن سلمان کا مستقبل محفوظ ہوسکے۔ محمد بن سلیمان گذشتہ کئی سال سے مملکت کے اصل حکمران رہے ہیں۔ ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان شاہ سلمان کے شاہی فرمان کے مطابق داخلہ، خارجہ اور توانائی سمیت دیگر اہم وزارتوں کے سربراہ اپنی جگہ پر برقرار ہیں گے۔ اور وہ اپنی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔ شہزادہ محمد گزشتہ ماہ 37 سال کے ہوگئے، وہ 2017 سے اپنے والد کے بعد بادشاہ بننے والے پہلے شخص ہیں۔ (نیوز۔۱۸)

تصحیح

نقیب کے گذشتہ شمارہ ۳۶، جلد نمبر ۲۷/۶۲ میں حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ پر جو مضمون ہے اس کے شروع کے دو پیراگراف کو اس طرح پڑھا جائے۔

''نامور فقیہ، بہترین محقق، استاذ الاساتذہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے شاگرد رشید، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کے استاذ گرامی قدر، جامعہ رحمانی مونگیر کے سابق استاذ، امارت شرعیہ کے سابق مفتی و ناظم، جمعیت علماء کے ناظم، مسلم انڈپنڈنٹ پارٹی کے نگراں عام اور نائب امیر شریعت ثانی حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ بن شیخ سخاوت حسین نے 14 مئی 1973ء مطابق 10 ربیع الثانی 1393ھ ساڑھے گیارہ بجے دن بروز سوموار اس دنیا کو الوداع کہا، ۲۰ رفروری ۱۹۷۳ء کو مغرب کی نماز ادا کرتے ہوئے آتش دان سے آپ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی، جس سے پیر، ہاتھ اور کمر کا حصہ جھلس گیا علاج کے بعد زخم ٹھیک ہوگیا، لیکن کمزوری بڑھتی چلی گئی، ۲۹ راپریل کو حضرت امیر شریعت رابعؒ نے مانڈر سے خانقاہ بلالیا، لیکن وہ کم وبیش چار ماہ مرض الموت میں گذار کر چل بسے، اس حادثہ پر ان کے کمرے میں ایک شعر لٹکا رہتا تھا، بعضے اسے حضرت کا ہی شعر کہتے ہیں، اگر ایسا ہے تو ہمیں ماننا ہوگا کہ حضرت شاعری بھی کرتے تھے اور تخلص ثمر تھا، شعر یہ ہے:

محروم کرکے شرف شہادت سے اے ثمر
شعلوں نے مرے جسم کو جھلسا کر رکھ دیا

چوں کہ وفات خانقاہ رحمانی میں ہوئی تھی اس لیے وہیں خانقاہ رحمانی کے قبرستان مخصوص پور میں تدفین عمل میں آئی۔ اہلیہ پہلے ہی انتقال کرچکی تھیں، تین محل سے تین لڑکا اور دو لڑکی کو چھوڑا، جنازہ کی نماز حضرت امیر شریعت رابعؒ ۱۵ مئی کو ساڑھے آٹھ بجے صبح پڑھائی اور ساڑھے نو بجے علم وفضل کا یہ آفتاب زیر زمیں چلا گیا۔

مولانا کی ولادت ۱۸۹۰ء مطابق ۱۳۰۰ فصلی میں بازید پور قصبہ باڑھ ضلع پٹنہ میں ہوئی۔''

(صفحہ اول کا بقیہ)

ماحولیات کے تحفظ اور ہر قسم کے جاندار کے لئے پانی کی اہمیت ظاہر ہے، حکم دیا گیا کہ اسے ناپاک نہ کرو، پینے اور دوسری ضرورتوں کے لئے اسے پاک وصاف رکھو، پانی میں پیشاب نہ کرو، سو کر اٹھو تو بغیر ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ مت ڈالو، پانی پیتے وقت برتن میں سانس مت لو، مشکیزے، گھڑے اور پانی کے برتن کو ڈھانک کر رکھو، یہ ہدایات ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت کا مظہر ہیں۔

رحمۃ للعالمین ہونے کا سب سے بڑا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا، جب سارے انبیاء کرام بخشش کے لیے سفارش اور شفاعت سے انکار کردیں گے، سارے انسان پریشان ہوں گے، ہر آدمی اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، نہ بیٹا باپ کا ہوگا، نہ بیوی شوہر کی ہوگی، ہر آدمی سراسیمہ اور حواس باختہ ہوگا، ایسے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کے لیے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوں گے اور وہ سب کچھ مانگیں گے جو اللہ رب العزت ذہن ودل میں ڈالیں گے اور پھر خوش خبری سنائی جائے گی کہ گناہگاروں کو بخش دیا گیا اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس شفاعت سے سوئے جنت روانہ ہوسکے گا، اس طرح آپ کی رحمت سے اللہ کی مخلوق دنیا میں بھی مستفیض ہو رہی ہے اور آخرت میں بھی شفاعت کام آئے گی۔ شاعر نے کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا — مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

نقیب کے خریداروں سے گذارش

☆ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ہفت روزہ ترجمان اخبار ہر سموار کو طبع ہوکر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور سموار ومنگل دودنوں کے اندر ڈاک کے حوالہ کردیا جاتا ہے، یہ تین چار دنوں میں خریداروں تک پہونچ جاتا ہے، اگر یہ اخبار آپ تک پابندی سے نہیں پہونچتا یا ڈاکیہ ٹال مٹول کرتا ہو تو آپ اس کی اطلاع مندرجہ ذیل نمبر پر فون کرکے دفتر کو دیں تاکہ متعلقہ افسران سے رابطہ کرکے اسے آپ تک پہونچانے کی حتمی صورت نکالی جاسکے۔

☆ اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت چلنے والے مولانا منت اللہ رحمانی پارا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ پھلواری شریف، پٹنہ میں بی ایم ایل ٹی (بیچلر آف میڈیکل لیبوریٹری ٹیکنالوجی) اور بی پی ٹی (بیچلر آف فیزیوتھیراپی) کورس میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ وطالبات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مذکورہ دونوں کورسز میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان (Entrance Test) مورخہ 02 نومبر 2022 کو صبح 10:00 بجے سے دوپہر 1:00 بجے تک ہوگا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے فارم بھرنے کا عمل جاری ہے۔ جن طلبہ وطالبات نے اب تک فارم نہیں بھرا ہے وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ کے کاؤنٹر سے فارم حاصل کرکے فارم بھر کر جمع کردیں اور مذکورہ تاریخ میں داخلہ ٹیسٹ میں شریک ہوں۔ ایڈمٹ کارڈ مورخہ 01 نومبر 2022 سے ملے گا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے اپنا آدھار کارڈ ضرور ساتھ لائیں۔ مزید معلومات کے لیے انسٹی ٹیوٹ کے موبائل نمبر 9905354331, 9631529759, 7091445303 پر رابطہ کریں۔

سہیل احمد ندوی
سکریٹری جنرل امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

کیا گجرات کے مسلمانوں کی طرح پی ایف ائی کے 360 نوجوان 20 سال بعد باعزت بری کیے جائینگے؟

پی ایف آئی پر پابندی اوراس کے کارکنان کی ملک مخالف سرگرمیوں کے الزام میں گرفتاری پر بہار کی ملی تنظیموں کا اظہار تشویش

دستوری طور پر رجسٹرڈ جماعت پی ایف آئی کے خلاف ملک مخالف سرگرمیوں کے الزام میں حکومت کی کارروائیوں پر بہار کی کئی اہم اور بڑی ملی تنظیموں ؛ امارت شرعیہ، جماعت اسلامی ہند (بہار) آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت بہاراور مجلس علماء وخطباء امامیہ (شیعہ) بہار کے سربراہان نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی کارروائی برادریوں کے درمیان نفرت کو بڑھانے والی اور ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ ہے۔ جس تنظیم کا قیام آئین اور قانون کے دائرے میں ہوا ہو، جس کا دستورالعمل اور بائی لاز آئین ہند کے مطابق ہو اور اپنی قوم کے لیے دستوری حقوق کا مطالبہ کرنا جس کا نصب العین ہو جس کی سیاسی ونگ (ایس ڈی پی آئی) کو الیکشن کمیشن نے عوامی الیکشن لڑنے کی منظوری دی ہو، ایسی جماعت پر پابندی لگانا غیر جمہوری طرز عمل ہے۔ ماضی میں تفتیشی ایجنسیوں کی کارروائیوں نے ان کے طریقہ کار پر سے اعتماد کو مکمل طور پر مجروح کر دیا ہے۔ اس لیے اس طرح کی تمام گرفتاریوں اور پابندی پر سوالیہ نشان لگنا لازمی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی مخالفت کرنا اوراس کی غلطیوں پر تنقید کرنا ملک سے دوستی کی علامت اور ملک کی سلامتی کی ضامن ہے۔ کیا حکومت کے پاس پی ایف آئی کے سلسلہ میں ملک مخالف سرگرمیوں اور فارن فنڈنگ کے تعلق سے ٹھوس شواہد اور ثبوت ہیں؟ یا یہ ساری کارروائیاں صرف مفروضے کی بنیاد پر ہیں؟ کیا ان کا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو گجرات اور ملک کے مختلف حصوں سے بے قصور گرفتار ہوئے سیکڑوں بے گناہ مسلم نوجوانوں کا ہوا؟ سیکڑوں ایسے بے قصور مسلم نوجوان ہیں جن کو دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور 15-20 سال کے بعد باعزت بری کیا گیا۔ کئی لوگ تو ایسے ہیں جن کو 25 برسوں سے زیادہ عرصے تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھنے، غیر انسانی و ناقابل برداشت ذہنی وجسمانی تشدد کا شکار بنانے کے بعد آخر کار انہیں بے قصور رہا کر دیا گیا۔ گلبرگہ کرناٹک کے نوجوان ناصرالدین احمد کو جنوری 1994 میں بم بلاسٹ اور دہشت گردی کیا لزام میں گرفتار کیا گیا اور 2016 میں 23 برس کے بعد بے گناہ بری کر دیا گیا۔ 2019 میں ناسک مہاراشٹر کی ایک عدالت نے ٹاڈا کے تحت دہشت گردی کے الزام میں گرفتار 11 مسلمانوں کو 25 سال جیل میں رکھنے کے بعد باعزت بری کیا۔ 2021 میں گجرات میں 127 مسلمانوں کو 20 برس جیل میں رکھنے کے بعد بے قصور رہا کیا گیا۔ 2021 میں ہی گجرات میں گرفتار کشمیری نوجوان بشیر احمد بابا کو 11 سال سے زیادہ بے گناہ جیل میں رکھنے کے بعد باعزت رہا کیا گیا۔ اس طرح کی درجنوں مثالیں موجود ہیں۔

یہ تعصب تفتیشی ایجنسیوں میں برسوں سے جاری ہے، بے قصور نوجوانوں کو گرفتار کیا جاتا ہے، انہیں قید وبند کے عذاب میں مبتلا کر کے ان کی خوشگوار زندگی ان سے چھین لی جاتی ہے، ان کی ساری جوانی، عزت اور کیریئر کو برباد کر کے آخر کار باعزت بری کر دیا جاتا ہے۔ اور نہ ان کو گرفتار کرنے والی پولیس، این آئی اے اور اے ٹی ایس پر کوئی کارروائی ہوتی ہے، نہ سزا سنانے والے جج کے خلاف کوئی ایکشن ہوتا ہے، نہ اس بے قصور کو کوئی معاوضہ دیا جاتا ہے ان برسوں میں ان معصوم نوجوانوں کے بیوی بچوں جس اذیت سے گزرے، ان کی زندگیاں تباہ و برباد ہوگئیں، اس کا معاوضہ کون ادا کرے گا؟ ایسے کب تک چلتا رہے گا؟ تفتیشی ایجنیسوں کا آئین مخالف رویہ ملک کے امن اور سالمیت کے بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ پی ایف آئی کے کارکنان کے خلاف بھی حکومت یہی کر رہی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ دس برس بیس برس بعد یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے گا کہ ان کے خلاف جرم ثابت نہیں ہو پایا۔ اور نہ ان پولیس والوں پر کوئی کارروائی ہوگی اور نہ ان افسران پر جنہوں نے گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا۔ پی ایف آئی پر بین لگاتے ہوئے یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ خفیہ ایجنڈا کے تحت سماج کے ایک خاص طبقہ کو کٹر بنا کر جمہوریت کے تصور کو کمزور کرنے کی سمت کام کر رہے ہیں اور آئینی حقوق اور ملک کے آئین کے تئیں سخت توہین کرتے ہیں۔ اس میں پی ایف آئی کے کارکنان کو سیمی اور جماعت المجاہدین سے رابطہ رکھنے کا بھی الزام لگایا گیا ہے۔ اسی طرح آئی ایس آئی ایس کے ساتھ تعلقات کا بھی سنگین الزام لگایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈھیروں الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ تفتیش ایجنسیوں اور پولیس کا یہ پرانا رویہ رہا ہے کہ جب بھی کسی معاملہ میں کسی مسلمان کو گرفتار کیا جاتا ہے تو دہشت گردی، ملک مخالف سرگرمیوں اور ملک سے بغاوت کے بے شمار الزامات اس پر عائد کر دیے جاتے ہیں، اس لیے کہ ان کو معلوم ہے کہ الزامات ثابت ہوں یا نہ ہوں ان ایجنسیوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ ان لوگوں کے بے گناہ ثابت ہونے پر ان کے خلاف کوئی کارروائی ہونے والی ہے۔

پی ایف آئی پر لگنے والے ان الزامات کا بھی کہیں یہی حشر نہ ہو جائے۔ آئین کے خلاف توہین، جمہوریت کو کمزور کرنے اور سماج کو کٹر بنانے کا جو الزام پی ایف آئی پر لگایا گیا یہ کام تو برسوں سے آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، ہندو یووا واہنی، ہندو سینا، شیو سینا اور اس جیسی سیکڑوں اس کی ہم نوا تنظیمیں کرتی رہی ہیں اور ملک مخالف سرگرمیوں کے کافی ثبوت ان کے کارکنان اور لیڈران کے خلاف موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ تنظیمیں ملک کی وفادار ہیں اور ان کے خلاف کسی کارروائی کا تصور بھی حکومت یا اس کی تفتیشی ایجنسیوں کو نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حکومت نے سیمی کو بھی دہشت گرد جماعت قرار دے کر اس پر پابندی عائد کی، سیکڑوں سیمی کے رضا کاروں کو گرفتار کیا، لیکن آج تک سیمی دہشت گرد تنظیم ثابت نہیں ہو پائی اور کیس سپریم کورٹ میں پینڈنگ ہے۔ گجرات کے احمد آباد میں 26 جولائی 2008 کو ہونے والے سلسلہ وار بم دھماکوں کے الزام میں 77 مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا، ان پر بم دھماکے اور دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث رہنے کا الزام تھا، مگر 13 برس اذیتوں کا شکار رکھنے کے بعد ان میں سے 28 افراد فروری 2022 میں باعزت رہا کر دیا گیا۔ باقی لوگ بھی اسی طرح رہا ہو جائیں گے۔

اسی طرح بمبئی بم بلاسٹ، مکہ مسجد بم بلاسٹ، سمجھوتا اکسپریس پر حملہ اور دیگر کئی دہشت گردانہ کارروائیوں کے الزام میں گرفتار ہوئے سیکڑوں مسلم نوجوان اب تک 10 سے 20 برس تک ناحق جیلوں میں گزار کر بے گناہ بری ہو چکے ہیں۔ لیکن بے گناہی کے باوجود زندگی کے بہت سے قیمتی سال جیل میں برباد کر دیے جانے کے لیے قصوروار کون ہیں اور کیا ان قصوروار عناصر کو کوئی سزا بھی ملے گی؟ کیا باعزت بری کیے جانے والے بے گناہ شہریوں کو بھی کوئی معاوضہ بھی ملے گا؟ اسی طرح بھارت میں بڑی تعداد میں مسلم نوجوان جیلوں میں بند ہیں، ان میں سے بہت سے کئی کئی برسوں بعد بے گناہ ثابت ہونے پر رہا ہو جاتے ہیں، لیکن ایسے شہریوں کو جھوٹے الزامات میں پھنسانے والے پولیس اہلکاروں یا دیگر افراد کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔

اس طرح کی کارروائیوں سے عوام کا اعتماد نہ صرف حکومت بلکہ پولیس، تفتیشی ایجنسیوں حتی کہ عدلیہ پر کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ جب تک جرم ثابت نہیں ہو جاتا تب تک کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ اس کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جا سکتا ہے۔ پی ایف آئی پر حکومت کا لگایا گیا ابھی تک کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے، لیکن پورے ملک میں ان کو ایک دہشت گرد اور ملک مخالف تنظیم کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جو کہ حقوق انسانی اور آئین ہند دونوں کے خلاف ہے۔ میڈیا کا رول بھی اس معاملہ میں بہت شرمناک ہے اور چینلوں پر بھی اس طرح خبریں نشر کی جا رہی ہیں گویا کہ دہشت گردوں کی گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ طرز عمل کسی سیکولر اور آئین پر چلنے والے ملک کے لیے صحت مند علامت نہیں ہے۔ ایسی کارروائیوں پر فوراً روک لگائی جانی چاہئے۔ پی ایف آئی مسلمانوں اور پسماندہ برادریوں کو آئینی طور پر بااختیار بنانے میں مصروف ہے۔ اگر این آئی اے کے پاس تنظیم پر پابندی لگانے کے لیے دہشت گردی کے حقیقی ثبوت ہیں تو اسے فوری طور پر عدالت میں پیش کرنا چاہیے بصورت دیگر پابندی ہٹادی جائے۔

مولانا عثمان غنی پر سمینار ۱۳/ اکتوبر کو

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے زیر اہتمام ۱۳/ اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات بوقت دس بجے دن ''مجلّہ امارت ونقیب'' کے سابق مدیر، سابق مفتی اور ناظم مولانا محمد عثمان غنی کی حیات وخدمات پر ایک سمینار کا انعقاد کیا جا رہا ہے، یہ سمینار حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی صدارت اور نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی کی باوقار موجودگی میں المعہد العالی امارت شرعیہ کے سیمینار ہال (قاعۃ المحاضرات) میں منعقد ہوگا، اردو صحافت کے دو سو سال مکمل ہونے پر یہ تاریخی سمینار عظیم صحافی کے احوال وآثار نیز خدمات پر وقیع خراج عقیدت ہوگا۔ سمینار میں بہار کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مندوبین اور مقالہ نگار اپنا قیمتی مقالہ پیش کریں گے۔ نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی جو اس سمینار کے کنوینر بھی ہیں نے اپنے ایک اخباری بیان میں یہ اطلاع دی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سمینار کی تیاریاں جاری ہیں، مقالہ نگاروں کے مقالات آ رہے ہیں، جن حضرات سے مقالہ لکھنے کی درخواست کی گئی تھی اور وہ تاریخ کے مقرر ہونے کا انتظار کر رہے تھے، ان کے انتظار کی گھڑی اب ختم ہوگئی ہے، جلد از جلد وہ اپنے مقالہ کو مکمل کر کے امارت شرعیہ کے پتہ پر ارسال کر دیں، تاکہ اس باوقار اور تاریخی سمینار میں ان کے مقالہ سے استفادہ کیا جا سکے۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے فرمایا کہ وقت پر آنے کی کوشش کریں تاکہ سمینار وقت پر شروع ہو سکے، اور مقالہ نگاروں کو مقالہ کی خواندگی کا پورا پورا موقع مل سکے۔

معلمین مکاتب کا تربیتی اجتماع ۱۶/ تا ۱۸/ اکتوبر کو بہار شریف میں

امارت شرعیہ کے شعبہ وفاق المدارس الاسلامیہ کی جانب سے مدارس ومکاتب کے اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام اور ورک شاپ منعقد کیے جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں امارت شرعیہ کے معلمین مکاتب اور ائمہ مساجد کا تربیتی اجتماع حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی ہدایت پر ۱۶/ اکتوبر ۲۰۲۲ء بعد نماز فجر سے مسجد محلّہ شیخانہ بہار شریف میں منعقد ہوگا، جو ۱۸/ اکتوبر تک جاری رہے گا اس اجتماع میں ماہرین تعلیم وتدریس کے محاضرات کے ساتھ عملی مشق بھی کرائی جائے گی، تدریس کے عمومی مسائل اور دشواریوں کے متعلق بھی اس اجتماع میں گفتگو ہوگی، مکاتب کے معلمین اور ائمہ مساجد کے نام خطوط ارسال کیے جا رہے ہیں، اس اجتماع میں وفاق المدارس سے جڑے ان اساتذہ کو بھی دعوت دی جا رہی ہے جو اپنے مدرسہ میں ناظرہ قرآن یا حفظ قرآن کی تدریس پر مامور ہیں۔

امارت شرعیہ کے شعبۂ تعلیم کے انچارج مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے مولانا منت اللہ حیدری مفتش شعبۂ تعلیم کے ساتھ تیاریوں کا جائزہ لے کر اطمینان کا اظہار کیا، اجتماع کے کامیاب انعقاد کے لیے قاضی شریعت بہار شریف مولانا منصور عالم قاسمی اور دائرہ مسجد کے امام وخطیب مولانا محمد ارمان قاسمی کی جدوجہد بھی مثالی ہے، اس پروگرام کے حوالہ سے بہار شریف کے علماء کے درمیان جوش وخروش پایا جا رہا ہے، پروگرام کے آخری دن بشرط سہولت وموقع حضرت امیر شریعت یا نائب امیر شریعت کی تشریف آوری بھی متوقع ہے۔

کامیابی اسلامی شریعت پر عمل کرنے میں ہے

ڈاکٹر راحت مظاہری قاسمی

دنیا میں بڑھتے ہوئے جرائم، معاشی عدم استحکام اور ان پر حکومتوں کے عدم قابو سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ خود ساختہ قوانین کی ناکامی سے بچنے کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے شریعت کی بالادستی، کیونکہ اس دھرتی پر خدا کی حاکمیت اور اس کا قولی وفعلی اعتراف ہی اس بات کا تصور دیتا ہے کہ ساری دنیا کا ایک ہی بڑا اور وہی اس کارخانہ کا مالک ہے، نہ کہ دنیا بھر کی حاکمیت اور قوامیت کو چند مٹھی بھر لوگ اپنے چنگل کا اسیر بنا کر اللہ کی مخلوق اور انسانیت پر اپنی من مانی چلائیں جیسا کہ روم کی داداگیری کے عہد میں عیسائیت اور بائبل کی بالادستی کے نام پر چرچ کی مذہبی حکومتوں میں رہا اور وہ ناکام رہے، کامیابی صرف قانون شریعت میں ہے، جس کا مقصد انسانوں کو بندوں کی بندگی اور غلامی سے نکال کر خدائے واحد کا راستہ دکھانا اور بتانا ہے، سید قطب شہیدؒ نے 'معلم فی الطریق' میں تحریر کیا ہے آج سماجی بگاڑ کو لے کر ترقی پذیر ممالک ہی نہیں بلکہ ترقی یافتہ ممالک کے سربراہ بھی اپنی شبانہ روز فکر اور ہزار جدوجہد کے باوجود سماجی عناصر کے ذریعہ پھیلائی گئی دہشت گردی، بڑھتے جرائم، مظالم، عریانیت کے سیلاب، فحاشت کے طوفان، قتل وغارت گری کی واردات، اخلاق کمزوری اور اور لوگوں کے باغیانہ رویہ اور تیور کو لے کر بے حد پریشان اور کشمکش میں ہیں، اس لئے بغیر کسی روک ٹوک اور بلا تکلف اور بے جھجک یہ بات بڑے استحکام کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شریعت اسلامی کی بالادستی کو تسلیم کئے بغیر بڑھتی فحاشی، عریانیت، خانگی نظام کی کش مکش ٹوٹتی ہوئی اقدار اور بڑھتی ہوئی دہشت گردی سے نجات اسلام کی بالادستی کو عمل میں لائے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہذا اسلام کا نظام معاشرت، معشیت، دستور عائلی قانون، سیاست وعبادت ہی تمام مسائل کا حل ہے، اور ہمارا یہ جمہوری نظام جس میں عوام کے ہاتھ میں ان کے حقوق آجانے کا تصور بڑا خوبصورت لگتا ہے، مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی فرسودہ باقیات میں سے ہے جس کے ذریعہ آج دنیا کے ساتھ اسلام کے حامل اور علم بردار بھی اپنے معاشرتی خانگی اور عائلی مسائل کے حل وتصفیہ کے خواہاں ہیں، لیکن اگر یہ نظام کسی قابل ہوتا تو پھر یورپی ممالک میں خاندان سب سے زیادہ مضبوط ومستحکم نظر آتے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنا خانگی نظام اور عائلی معاملات یورپ میں خراب ہیں، اس سے زیادہ کہیں دنیا بھر میں نہیں، جیسا کہ طلاق کی شرحیں اور 'اولڈ ایج ہوم' کی افراط سے ظاہر ہے کہ جس طرح عورتیں اپنے شوہروں کی دسترس سے باہر ہیں، اسی طرح اولاد کی بدسلوکی سے بوڑھے ماں باپ بھی بری طرح عاجز وبے بس ہیں، جبکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ مرد پر سب سے بڑا حق اس کے باپ اور عورت پر اس کے شوہر کا ہے، نیز شراب ام الخبائث، کسی شخص کی آبروریزی بدترین سود، ایک آدمی کی جان لینے کو پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کرنے کے علاوہ اپنے حقوق کی معافی سب سے بڑی بہادری ہے، اس کے باوجود یورپ اپنے عیبوں کی پردہ پوشی کی غرض سے بڑی عیاری کے ساتھ اسلام کی امن پسندی کے اعتراف کے بجائے اس پر دہشت گردی اور حقوق نسواں کے غصب کا الزام لگاتا رہا ہے۔

مسلم ممالک اور بطور خاص ترکی کی خلافت عثمانیہ میں ۱۹۲۳ء تک کسی نہ کسی شکل میں خلافت کا نظام موجود رہا، مگر خود کو سیکولر کہنے والے ملحد فرماں روا ترک رہنما مصطفیٰ کمال پاشا نے آسمان کی طرف انگلی لہراتے ہوئے پہلی بار خدا کے تصور کو ریاست سے جدا کرنے کا لعنت بھرا فعل انجام دیا، اسی لئے قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں علماء نے وہاں قیام دین اور نظام شریعت کے نفاذ کے لئے کوششیں جاری کیں، گزشتہ کئی سال قبل وہاں کی حکومت نے بھی وطن عزیز ہندوستان کے فرقہ پرستوں کی طرح اپنی حکومت کی دیرپائی کے مقصد سے مدارس اسلامیہ کے رجسٹریشن، ان کے نصاب تعلیم کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے بہانے مدارس کی جدید کاری کا راگ الاپا، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور اب یہی طریقہ کار ہندوستان میں اختیار کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں ہندوستانی علماء اور مسلم سربراہان کو ملک میں اسلام کی بالادستی کے نفاذ کے لئے سبیل پیدا کرنے کی جدوجہد کی ضرورت ہے، کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جو مسلمانوں کے لئے راہ نجات یا جس پر نصرت الٰہی کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ ہماری کامیابی اطاعت خداوندی واتباع رسول اور اسلام کی پیروی ہی میں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے یہ دنیا پرست تمہارے خیر خواہ نہیں تمہارا خیر خواہ اللہ ہے (آل عمران: ۱۵۰) جب اللہ ہی ہمارا خیر خواہ ہے تو پھر ہمیں اسی کی رضا وخوشنودی کے کام بھی کرنے چاہئیں، نیز دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں خدا کی طرف سے انہیں اقوام کی مدد ہوئی جنہوں نے اپنے مالک ومولیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو نبھایا تو دونوں جہاں کی کامیابی ان کا مقدر رہی، جیسا کہ بنی اسرائیل کو اللہ نے ایک وقت تمام دنیا زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی تھی (بقرہ: ۴۷) خدائی قانون کی بالادستی کی شکل اور اس پر عمل کی تعریف وتحسین میں ہی اس کا فرمان ہے کہ 'مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں جو کہ بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ واس کے رسول کا حکم مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بلاشبہ اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ (توبہ: ۷۱) لہذا ہندوستانی مسلمانوں کو متفقہ طور پر ان ذرائع اور سرچشموں پر ریسرچ کرنی چاہئے جن کے ذریعہ بھارت اور تمام دنیا میں اسلامی قوانین پر عمل اور مضبوط ومستحکم طریقہ پر شریعت اسلامیہ کی بالادستی کی عمارت کی تعمیر ممکن ہو ورنہ کوئی شکل اس کے علاوہ اس صورت حال کے سوا عالم میں مسلمانوں کو ان کا گم شدہ وقار حاصل ہونے کی بظاہر نظر نہیں آتی، جیسا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

کتابوں کی دنیا

: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

ذکر حیات

پیش نظر کتاب ''ذکر حیات'' اتر پردیش کے ضلع اعظم گڈھ کے ولی کامل شیخ طریقت حضرت الحاج الحافظ صوفی ابو المعالم خان سابق ناظم مدرسہ فیض العلوم رحمت گنج ٹھکماں بخش پور (یوپی) کے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور کشف وکرامات وکمالات کے نمایاں پہلوؤں پر ہمارے فاضل دوست وکرم فرما بھائی محمد شکیل استھانوی نے والہانہ انداز میں عمدہ کلام کیا ہے، بھائی محمد شکیل صاحب استھانواں ضلع نالندہ کے ایک معزز اور ذی علم گھرانے کے چشم وچراغ ہیں اور خود بھی صاحب علم اور صاحب ذوق شخص ہیں، انہیں بزرگان دین اور اولیاء اللہ سے بڑی گہری عقیدت ومحبت اور طبعی مناسبت رہتی ہے، اس لئے اس سے پہلے ان کے قلم سے متعدد بزرگوں کے سوانحی خاکے اور ان کے احوال وآثار پر گرانقدر جامع کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جنہیں علم دوست حضرات نے بے حد پسند کیا اور خراج تحسین پیش کیں، بھائی شکیل سے عرصہ ۲۸/ سالوں سے دوستانہ بلکہ بے تکلفانہ تعلقات رہے ہیں، وہ لانبے عرصہ تک ہفتہ وار نقیب پٹنہ سے وابستہ رہے، اس لئے میں ان کے ذوق ومزاج اور فکر ونظر کے شناوروں میں سے ہیں، وہ بڑے وسیع القلب اور مرنجا مرنج طبیعت کے آدمی ہیں، قدرت نے انہیں علماء ربانیین کی صحبت سے استفادہ کرنے کا برابر مواقع فراہم کیا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کے وہ صحیح مصداق ہیں، حضرت صوفی صاحب کی صحبت تاثیر نے بھی ان کے رنگ وآہنگ میں تبدیلی پیدا کی، کیونکہ صوفی صاحب بھی ایک بڑے صاحب دل مشہور بزرگ عالم دین تھے، انہوں نے اسرار وتصوف کی راہیں اور سلوک واحسان کی منزلیں نامور عارف باللہ روحانی پیشوا حضرت مولانا اسرار الحق خانؒ کے زیر سایہ طے کیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے دین وملت کا بڑا کام لیا، انہوں نے ایک بڑے طبقہ کو اپنی ذات سے فیض پہونچایا اور چونکہ حضرت مولانا اسرار الحق خان صاحب بھائی شکیل کے پیرو مرشد اور مصلح بھی رہے ہیں تو انہوں نے اپنے پیر بھائی کی اصلاحی وتجدیدی کوششوں اور کارناموں کے بعض پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ کیونکہ حضرت صوفی صاحب پر اردو میں کوئی مستقل کتاب نہیں تھی اس لئے اس کتاب نے کسی حد تک اس کمی کو پورا کر دیا، اللہ انہیں اس علمی ودینی خدمت کا ان کو اجر عطا فرمائے، کتاب کے آغاز میں ۵/ نامور علماء وادباء کے قیمتی مقدمے میں جس میں تمام اصحاب فکر وفن نے کتاب کی تصنیف پر مصنف کو داد تحسین پیش کیا ہے، ان میں جناب زبیر احمد بھاگلپوری کا فاضلانہ مقدمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس میں انہوں نے لکھا کہ:

''آج کے دور میں جبکہ لوگ اپنے پیر ومرشد کی خدمات پر بھی اشہب قلم دوڑانے کی زحمت کم ہی کرتے ہیں، جناب محمد شکیل استھانوی نے اپنے پیر بھائی کی روحانی اور اصلاحی زندگی اور ملت کے تصفیہ وتزکیہ کے حوالے سے ان کی بیش بہا خدمات کے روشن پہلو کو ذکر حیات کے نام سے موسوم مکمل کتاب کی شکل میں پیش کر کے نہ صرف نئی نسل کی تربیت واصلاح کا سامان فراہم کیا، بلکہ اپنی اعلیٰ ظرفی کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔'' (صفحہ ۲۰)

حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے بڑی متانت وسنجیدگی اور شگفتہ طرز نگارش سے اظہار عقیدت کیا ہے، بعض مقامات پر ایسا اسلوب بیان اختیار کیا کہ دل میں سوز وگداز کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، مثلا ایک جگہ لکھا کہ:

''حضرت صوفی کی زندگی شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا مرقع تھی، ان چاروں مترادف الفاظ میں جامعیت بھی ہے اور جاذبیت بھی، گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی، جب فاضل مصنف کو حضرت صوفی سے پہلی ملاقات ہوئی تو اس ملاقات کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھا کہ پہلی بار کسی ایسے پیر صاحب کو دیکھا جن کے پاس نہ تو کروفر تھا، نہ کوئی شان وبان تھی، نہ تکلفانہ انداز تھا اور نہ کوئی آؤ بھگت والی بات تھی۔'' (صفحہ ۵۹)

ان عبارتوں سے قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتاب پُر از معلومات ہے جس کو بڑی محنت وجستجو کے بعد لکھی گئی ہے اس لئے یہ کتاب ہر صاحب ذوق مسلمان اور خصوصا بزرگوں کے عارفانہ کلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مطالعہ کے لائق ہے، میں مصنف کتاب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور ان کی صحت وسلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

کتاب کے آخری صفحات میں حضرت صوفی جی کے ۶/ اجلہ خلفاء حضرت صوفی احمد علی (اعظم گڈھ) حضرت صوفی مقصود عالم (اعظم گڈھ) حضرت مولوی معین الدین (دربھنگہ) مولانا حافظ محمد شکیل (نوادہ) مولانا حافظ نسیم احمد (اعظم گڈھ) اور مولانا شفیق الرحمٰن فلاحی (اعظم گڈھ) کے حالات زندگی اور ان کی دینی وعلمی خدمات کا تعارف کرایا گیا، پھر حضرت صوفی جی کے شجرہ وسلسلہ طریقت کی تفصیلات درج کی گئی، اور سب سے آخری اوراق میں خود مصنف کتاب کے سوانحی خاکے شائع ہیں، جن کے مطالعہ سے مصنف کے علمی ذوق وشوق اور سرگرمیوں کے محور کا اندازہ ہوتا ہے، البتہ کتاب کے مندرجات ومشمولات میں جدت وندرت پیدا کرنے کے لیے فاضل مصنف کو کتاب چار ابواب وفصول پر منقسم کرنا چاہیے اور اس کی ترتیب کچھ اس طرح رکھنی چاہیے۔ باب اول میں حضرت صوفی جی کی پیدائش وخاندان، تعلیم وتربیت اور مختصر حالات زندگی۔ باب دوم میں اخلاق وعادات، کردار وعمل۔ باب سوم میں کشف وکرامات اور ملفوظات۔ باب چہارم میں خلفاء کے احوال وآثار کی ترتیب رکھنی چاہیے اس کے بعد کے اوراق میں ضمیمہ کے طور پر منظومات وشجرات کو رکھنا چاہیے، اس سے کتاب کا حسن مزید دوبالا ہو جاتا، تاہم بھائی شکیل نے جس قدر عرق ریزی سے کتاب کو مرتب کیا اور جو مواد ومعلومات فراہم کیں وہ قابل صدر شک ہیں، جس کے لئے وہ تہنیت کے مستحق ہیں۔ ۱۸۸/ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی طباعت حد درجہ معیاری ہے اور کاغذ بھی عمدہ ودیدہ زیب ہے، اصحاب ذوق اور علم دوست حضرات ۲۵۰/ روپے بھیج کر صفہ ایجوکیشنل ٹرسٹ استھانواں ضلع نالندہ سے طلب کر سکتے ہیں، یا براہ راست مصنف کتاب کے موبائل نمبر 9631629960 پر رابطہ کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی حصہ داری

ڈاکٹر آفتاب عالم بیگ

تعلیم میں حصہ داری کے تناسب کو کسی بھی سماج، ملک یا گروہ کی ترقی کے ساتھ مثبت رشتے میں دیکھا جاتا ہے۔ یعنی یہ مانا جاتا ہے کہ اگر کسی سماج کی تعلیم میں حصہ داری کا تناسب کم ہے تو وہ سماج ترقی کے معیار میں کم تر ہوگا اور اگر حصہ داری زیادہ ہے تو وہ سماج ترقی کے معیار میں اوپر ہوگا۔ غرض یہ کہ تعلیم ترقی کا ایک اہم نشان ہے۔ تعلیم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ صرف ترقی کا نشان نہیں، بلکہ ترقی کا ضامن بھی ہے۔ یعنی ہر سماج کو ترقی کے لیے تعلیم میں حصہ داری پر توجہ دینی چاہیے۔ بطور خاص اعلیٰ تعلیم کسی شخص یا سماج کی مثبت سماجی نقل پذیری کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ سماجی نقل پذیری کا وہ واحد ذریعہ ہے جو ایک کم تر شخص کو اس سماج کا اعلیٰ شخص یا اعلیٰ اشخاص کے گروہ کا حصہ بنا سکتا ہے۔ لہٰذا تعلیم میں حصہ داری کے تناسب کو جاننا کسی بھی سماج یا گروہ کی سماجی حیثیت کو سمجھنے میں کافی کارآمد ہوتی ہے۔ تعلیم میں تناسب کی سمت اس بات کی طرف ایک اشارہ ہے کہ سماج کس رُخ پر جا رہا ہے اور اس کا ممکنہ مستقبل کیا ہوسکتا ہے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم میں موجودہ حصہ داری اور اس کی سمت کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کی جائے گی۔ اس مضمون میں دیئے گئے اعداد وشمار وزارتِ تعلیم، حکومتِ ہند کی ویب سائٹ سے لیے گئے ہیں۔ یہ اعداد وشمار 2010-11 سے 2019-20 یعنی صرف دس سال سے متعلق ہیں۔ جب کہ ویب سائٹ پر موجود جانکاری اور بھی سالوں کے بارے میں ہے۔ وزارت تعلیم کی ویب سائٹ پر مہیا کی گئی اعداد وشمار میں مختلف جانکاری فراہم کی گئی ہے۔ مثلاً ریاستوں کی سطح پر اعلیٰ تعلیم میں جنسی تناسب، اقلیت کا تناسب، تکنیکی تعلیم میں مختلف سماجی زمروں کا تناسب، مزید اعلیٰ تعلیم کی بھی درجہ بندی کرتے ہوئے گریجویشن، پوسٹ گریجویشن اور تحقیقی درجات سے متعلق مختلف جانکاری فراہم کی گئی ہے۔

ہمارے لیے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ یہ وہ اعداد وشمار ہیں جو وزارت تعلیم نے خود بلا واسطہ ہندوستان کے تعلیمی اداروں سے حاصل کیا ہے۔ تعلیمی اداروں سے وزارت تعلیم کے پورٹل www.aishe.gov.in پر رجسٹر کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور پھر ہر سال ان سے جانکاری مانگی جاتی ہے جو وزارت تعلیم کی ویب سائٹ پر مہیا کرائی جاتی ہے۔ ان اعداد وشمار کی بنیاد پر ملک میں تعلیمی جہات کا پتا چلتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ جانکاری فراہم کرنے والے اداروں کی تعداد ہر سال یکساں نہیں ہوتی۔ وزارت تعلیم نے اپنی ویب سائٹ پر سالانہ ان اداروں کی تعداد بتائی ہے جنہوں نے جانکاری فراہم کرنے میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے۔ درج ذیل ٹیبل میں ہر سال کے اعتبار سے ان اداروں کی تعداد اور ان کے زمروں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ چوں کہ وزارت تعلیم نے ابتدائی طور پر ان اداروں کو تین زمروں میں بانٹا ہے لہٰذا انہیں زمروں کا ذکر اس ٹیبل میں کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	سال	یونیورسٹیوں کی تعداد	کالجوں کی تعداد	اسٹینڈ الون اداروں کی تعداد
1	2019-20	1019	39955	9599
2	2018-19	962	38179	9190
3	2017-18	882	38061	9090
4	2016-17	795	34193	7496
5	2015-16	754	33903	7154
6	2014-15	740	34452	7627
7	2013-14	702	29330	6860
8	2012-13	656	25138	5749
9	2011-12	611	20765	5542
10	2010-11	554	17023	5713

اس مضمون میں درج بالا اداروں کے ذریعہ مہیا کی گئی جانکاری سے مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم میں شراکت اور پچھلے دس سالوں میں واقع ہونے والے رجحانات کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

کسی بھی چیز میں کسی گروہ کی شرکت کو اس گروہ کے تقابل میں سمجھا جاسکتا ہے جو مشترک سماجی حالات اور جغرافیائی حالات میں رہتے ہوں یا کم ازکم دونوں حالات کے تئیں ایک دوسرے سے کافی قریب ہوں۔ ہندوستان کے جغرافیائی حالات اور سماجی حالات بالعموم یہاں بسنے والے سارے لوگوں کے لیے یکساں ہیں۔ سماجی حالات پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے سماجی حالات وہ نہیں ہیں جو ہندوستان میں بسنے والے ہندو بھائیوں کے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ مسلمان یہاں اقلیت میں ہیں مگر اس کے علاوہ یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ مسلمان سماجی اعتبار سے ایک یکساں گروہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بسنے والے ہندو بھی سماجی اعتبار سے یکساں گروہ نہیں ہیں۔ لہٰذا دونوں کی غیر یکسانیت ایک مشترک صفت ہے جو دونوں کے تقابل کا جواز فراہم کرتی ہے۔ درج ذیل ٹیبل-2 میں پچھلے دس سالوں کی اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی شرکت کو بمقابلہ باقی تمام زمروں کی شرکت کے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی شرکت کو بمقابلہ تمام زمروں کی شرکت سے سمجھا جاسکتا ہے۔

سال	تمام زمروں کا اندراج	مسلمانوں کا اندراج	مسلمانوں کے اندراج کا فی صد
2010-11	27499749	696624	53ء2
2011-12	29184331	1146397	93ء2
2012-13	25761387	1096777	26ء4
2013-14	28951803	1280217	42ء4
201415	32894663	1500775	56ء4
2015-16	33272864	1566453	71ء4
2016-17	33815947	1656382	90ء4
2017-18	34186879	1757629	14ء5
2018-19	35013965	1854876	30ء5
2019-20	36253382	1981407	47ء5

مندرجہ بالا اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم میں لوگوں کی شرکت مستقل طور پر بڑھ رہی ہے۔ 2010-11 میں طلبہ کا اندراج 27499749 تھا جو 2019-20 میں 36253382 ہوگیا۔ 2010-11 سے 2019-20 تک طلبہ کے اندراج میں مستقل اضافہ دیکھا جاسکتا ہے۔ صرف 2012-13 ایک ایسا سال ہے جس میں اندراج کم ہوتا نظر آرہا ہے۔

جب ہم ٹیبل نمبر-2 کو اس سے پہلے والے یعنی ٹیبل نمبر-1 کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو ذہن میں ایک سوال کھڑا ہوتا ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ پہلے ٹیبل میں 2010-11ء سے لے کر 2019-20 تک اداروں کی تعداد مستقل بڑھتی نظر آتی ہے۔ یعنی ہر سال وزارت تعلیم کی جانب سے کرائے جانے والے سروے میں شرکت کرنے والے اداروں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ طلبہ کے اندراج میں اضافہ ان اداروں کی بڑھتی تعداد کا اثر ہے، اور درحقیقت اندراج کی صورت حال کچھ اور ہے۔ یہ اشکال برمحل نظر آتا ہے۔ مگر اس اشکال سے مضمون کے موضوع یعنی مسلمانوں کی شراکت کے تناسب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چوں کہ یہ تناسب کا معاملہ ہے۔ لہٰذا کل تعداد میں اضافہ یا کمی تناسب میں اضافہ یا کمی کا باعث نہیں بنتی۔

مندرجہ بالا ٹیبل میں دیے گئے اعداد وشمار ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی شرکت کا تناسب مستقل بڑھ رہا ہے۔ کوئی بھی سال ایسا نہیں ہے، جہاں یہ تناسب پہلے سال کی بہ نسبت کم ہوتا نظر آئے۔

سال 2010-11 میں اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کا فی صد 53/2 تھا جو مستقل بڑھتا ہوا 2019-20 میں 47/5 فی صد ہوگیا۔ اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی شرکت کا تناسب دیگر تمام زمروں سے پچھلے دس سالوں میں زیادہ رہا ہے۔ سال 2015-16 سے 2019-20 تک یہ تناسب مستقل انداز میں بہت معمولی تبدیلی کے ساتھ برقرار نظر آتا ہے۔ جب 2012-13 سے 2014-15 کے درمیان اس میں کافی لچک دکھائی دیتی ہے، لیکن یہ لچک صرف مسلمانوں کی شرکت کے تناسب تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہی صورت حال دیگر تمام زمروں کے ساتھ بھی دکھائی دیتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی شرکت کے تناسب کو اگر ایک قدم اور آگے بڑھ کر دیکھنے کی کوشش کی جائے تو ان کے جنسی تناسب کو دیکھا جاسکتا ہے۔ سماجی بہتری کو پرکھنے اور جانچنے کا یہ بھی ایک اہم معیار ہے کہ کسی گروہ کا اعلیٰ تعلیم میں جنسی تناسب کیا ہے۔ لہٰذا وزارت تعلیم کے ذریعہ فراہم کیے گئے اعداد وشمار کو اس نوعیت سے بھی جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ سماج کے تمام زمروں کی اعلیٰ تعلیم میں شمولیت بڑھی ہے۔ جب کہ اگر اسے جنسی جہت سے دیکھا جائے تو یہ پتا چلتا ہے کہ عورتوں کی شمولیت مردوں کے مقابلے میں زیادہ بڑھی ہے۔ یہی سمت تمام زمروں میں نظر آتی ہے۔ مگر جب مسلمانوں کے تعلق سے بطور خاص اسے دیکھا جائے تو یہ پتا چلتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی اعلیٰ تعلیم میں شمولیت کا تناسب دوسروں کے بالمقابل کہیں زیادہ ہے۔ یہ تناسب مسلمان مرد کے مقابلے میں بھی زیادہ ہے۔ پچھلے دس سالوں میں مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم میں شمولیت کا تناسب 69 فی صد بڑھا ہے، جب کہ تمام زمروں میں اس میں اضافہ کی فی صد صرف 35 رہی ہے۔ اسی طرح مسلم مردوں میں یہ اضافہ 43 فی صد درج کیا گیا ہے جو دوسروں کے مقابلے کہیں زیادہ ہے۔

یہ اعداد وشمار صرف اس بات طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد اعلیٰ تعلیم میں بڑھ رہی ہے۔ مسلمانوں کو ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تعداد کو معنی خیز بنائیں۔ اس بات کا جائزہ لیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ تعداد کن کورسیز میں بڑھ رہی ہے اور ان کا صحیح رُخ متعین کریں، تاکہ آنے والے سالوں میں قوم و ملک کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو ہر میدان میں بخوبی نبھا سکیں۔

معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو؟

نوشاد علی

اصلاح کے سلسلے میں بنیادی بات یہی ہے کہ آپ کا مقصد حیات کیا ہے۔ عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ ہم عقیدہ کے طور پر تو اسلام کو اپنا مقصد حیات تسلیم کرتے ہیں، لیکن عملاً ہماری زندگی کا مقصد دنیا ہوتی ہے۔ ایک طرف تو ہم پوری قوت کے ساتھ دنیا کے ساتھ بھاگنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہ چاہتے ہیں کہ اس کی گندگیوں سے بھی ہمارا دامن پاک رہے۔ دنیا کے ساتھ دوڑ لگانا میرے نزدیک برا نہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کا گھوڑا آپ پر سوار ہے یا آپ اس پر سوار ہیں۔ لگام اگر آپ کے ہاتھ میں ہے تو آپ وہاں پہنچیں گے جہاں پہنچنا آپ چاہتے ہیں اور اگر لگام نفس کے ہاتھ میں ہے تو وہاں پہنچیں گے جہاں آپ کا نفس آپ کو لے کر جائے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ لگام آپ کے ہاتھ میں رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالئے۔ دین کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیجئے، دینی اور اصلاحی کتابیں اخبارات و رسائل بھی آپ کے پاس آتے رہنے چاہئیں۔ بلکہ عام اخبارات ورسائل پر بھی آپ کی نظر رہنی چاہیے۔ جتنا آپ کا مطالعہ ہوگا اتنا ہی دین کی سمجھ آپ کے اندر پیدا ہوگی۔ دین پر آپ کا اعتماد ویقین بڑھے گا۔

اس اعتماد ویقین کو بڑھانے میں نماز، روزہ اور دیگر عبادات سے مدد لیجئے۔ لیکن یہاں ایک اہم بات یہ بھی یاد رہے کہ بے دلی، لا پروائی سے نوافل پڑھنے سے بہتر تو یہی ہوگا کہ آپ پانچ وقت کی نماز ہی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کیجئے۔ نماز میں آپ کو خیال رہنا چاہیے کہ آپ خدا کے سامنے کھڑے ہیں جو کچھ نماز میں پڑھا جا رہا ہے اس کا مفہوم آپ کے ذہن میں واضح ہونا ضروری ہے۔ زیادہ نہیں ایک ''مالک یوم الدین'' بھی اگر آپ کے ذہن ودماغ میں اتر گیا تو آپ کی زندگی سنوارنے کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی اچھا اور نیک کام کرنے کی اللہ توفیق دے تو اس پر خدا کا شکر ادا کیجئے۔ غلطی سرزد ہو جائے تو پورے خلوص کے ساتھ توبہ کا صحیح مفہوم سامنے رکھتے ہوئے خدا سے توبہ کیجئے اور ساتھ ہی اس فعل کا اس پہلو سے بھی جائزہ لیجئے کہ اس کام کو کرنے سے آپ کو اس دنیا میں کیا نقصان پہنچا ہے یا آئندہ پہنچ سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ''جو شخص برائی کا نقصان نہیں جانتا وہ اس کے واقع ہونے سے نہیں بچ سکتا اور جو بھلائی کا فائدہ معلوم نہیں کرتا وہ اس کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔''

کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ اگر میں ایسا اور ایسا ہوتا، فلاں فلاں کی طرح خدا نے مجھے بھی اگر خوب دولت دی ہوتی تو میں خدا کی راہ میں اس کو خوب خرچ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو انسان آج کچھ نہیں کر رہا ہے کل بھی یقیناً وہ کچھ نہیں کر پائے گا۔ جس قوت ودولت سے خدا نے آپ کو نواز رکھا ہے اگر آپ آج اس کا صحیح استعمال نہیں کر رہے ہیں تو کل خدا آپ کو اگر لکھ پتی اور کروڑ پتی بھی بنا دے تب بھی آپ کا یہی حال ہوگا جو آج ہے۔ ایسا آمی جو بیڑی، سگریٹ اور چائے میں دس دس روپیہ خرچ کر دیتا ہو وہ اگر سال میں ہزار پانچ سو روپیہ خرچ کر بھی دیتا ہے تو کون سی اہم بات ہے۔ اہم بات تو یہی ہوگی کہ آپ اپنی ضروریات زندگی میں کانٹ چھانٹ کرنے کے بعد خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''تم ہرگز نیکی حاصل نہ کرسکو گے جب تک وہ مال خدا کی راہ میں نہ دو جو تمہیں عزیز ہے۔'' (آل عمران: 94)

قرآن وحدیث میں بے شمار دعائیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں سکھائی ہیں۔ ہو سکے تو ان کو عربی میں ہی یاد رکھئے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ان کا مفہوم ذہن میں رکھئے اور اپنی اور اپنے اہل خانہ کے لئے نیک ہدایت اور عمل کے لئے دعائیں مانگئے۔ دعاؤں کے سلسلے میں عام طور پر لوگ انتہا پسندی کا شکار نظر آتے ہیں، کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں عمل کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے۔ دعاؤں کے سہارے ہی دین ودنیا کے ٹھیکیدار بننے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو عمل میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں گے لیکن دعاؤں کا اہتمام ان کے یہاں کم ہی پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے میری عرض ہے کہ آپ خدا سے مانگ کر تو دیکھئے اگر آپ کی دعاؤں میں خلوص ہے تو آپ کو خود احساس ہو جائے گا کہ اہل خانہ اور خود آپ کی اپنی اصلاح میں آپ کی تمام کوششیں ایک طرف اور خدا کے سامنے اظہار بندگی اور ہاتھ پھیلانا ایک طرف ہے۔ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ خدا کا کرم اگر آپ کے ساتھ نہیں ہوگا تو آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا۔ خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

تکبر، حسد، خود پسندی اور خود نمائی یہ وہ خبیث امراض ہیں جو انسان کو کسی قابل نہیں چھوڑتے اگر کسی شخص کو علم کا غرور ہو جائے تو ایسے انسان کو دوسروں کی ذات اور کام میں خامیاں اور خرابیاں ہی نظر آئیں گی۔ اور کئی بار یہ بات اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ ایسا انسان ان بزرگان دین کو بھی معاف نہیں کرنا چاہتا، دین کے سلسلے میں جن کی خدمات کا دنیا اعتراف کرتی ہو۔ اپنی بڑائی اور علم کی دھاک لوگوں پر جمانے کے لئے چن چن کر بزرگان دین کی انہیں باتوں کو سامنے لائے گا جہاں ان سے غلطی یا کمزوری کا مظاہرہ ہوا ہوگا۔ کسی شخصیت کو جانچنے اور پرکھنے میں اس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ کس شخص نے کن حالات میں کام کیا ہے، لیکن متکبر انسان کی خرابی یہ ہوتی ہے کہ وہ صدیوں پہلی بات کو آج کے حالات میں رکھ کر بات کرتا ہے۔ چوں کہ عام لوگوں کے مقابلے میں اس کے پاس علم اور ذہانت زیادہ ہوتی ہے اس لئے کچھ لوگ اس کی نکتہ آفرینی سے متاثر بھی ہو جاتے ہیں اور تعریف کر دیتے ہیں اور یہی تعریف انسان کو خود نمائی اور خود پسندی تک پہنچا دیتی ہے۔ تکبر کا کرشمہ دیکھئے ایسا انسان پوری دنیا پر تو تنقید کرنا چاہتا ہے بلکہ تنقیص کو اپنا حق سمجھتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا خود اس کو ٹوک دے تو بس وہی اس کا سب سے بڑا دشمن ہوگا۔ ایسے انسان سے دھیرے دھیرے لوگ دامن بچانے لگتے ہیں۔ اب اگر اس کے کسی ساتھی کو کہیں کوئی احترام مل رہا ہے تو اس پر اسے حسد بھی ہوگا۔ وہ سوچتا ہے کہ کیونکہ تو ایک صاف گو انسان ہے اور تیرا یہ ساتھی لوگوں کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے، صرف اس لئے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں نہیں تو علم و کردار کی جہاں تک بات ہے تو اس احترام کا اصل حقدار تو میں تھا۔ اور اس کے بعد شروع ہوتا ہے ایک طویل سلسلہ، بدگوئی، بدگمانی، جھوٹ، غیبت اور لوگوں کی تضحیک کا۔ انسان کے لئے نہ تو یہی بات مناسب ہے کہ اپنے سے اوپر اسے کچھ نظر ہی نہ آتا ہو اور نہ ہی یہ بات مناسب ہے کہ وہ دیکھ کر چلنا ہی چھوڑ دے۔ تنقید بے شک ایک صحت مند علامت ہے لیکن ہمیں ہر وقت ہوشیار رہنا ہے۔ ان تمام برائیوں سے حفاظت کے لئے ہمیں خدا سے دعا تو ہر وقت کرنا ہی چاہیے لیکن ساتھ ہی ہمیں ان مخلص دوستوں کی پہچان بھی ہونی چاہیے جو برائیوں پر ٹوک کر ہمیں بلندی پر پہنچانا چاہتے ہیں۔

بدگوئی، بدگمانی، غیبت اور دوسروں کی تضحیک کئی بار شیطان ہم سے یہ کام کراتا رہتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم تو حق گوئی کا عظیم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ بات بھی ہمارے ذہن میں ہر وقت تازہ رہنی چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں اور داعی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تمام معاملات میں ہماری کچھ حدود ہوں گی۔ جن کا ہمیں ہر وقت خیال رکھنا ہے۔ نہیں تو ممکن ہے کہ آپ اپنے ساتھ ساتھ تحریک اسلامی کو بھی نقصان پہنچا رہے ہوں اور سمجھ رہے ہوں کہ میں بھی تحریک ہی کا کام کر رہا ہوں۔ کچھ لوگ دوسروں کے معاملے میں تو بہت ہی حساس ہوتے ہیں، لیکن اپنی کمزوریوں اور خامیوں پر بالکل توجہ نہیں دیتے۔ میں ایسے کئی لوگوں کو جانتا ہوں جنہوں نے اپنی ساری زندگی دوسروں کے اندر جھانکنے میں گزار دی۔ اگر انہوں نے اپنے اندر جھانکنے کی کوشش کی ہوتی تو شاید دعوت دین کی راہ میں اہم کامیابیاں حاصل کرتے۔ یہ بات ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ اصلاح صرف انہیں کی ہوا کرتی ہے جو اپنی اصلاح کرنا بھی چاہتے ہیں جو لوگ کام کر رہے ہوں ان کے اندر کمیاں ہوتی بھی ہیں اور نہ ہوں تب بھی کمیاں تلاش کر لینا بہت ہی آسان کام ہوتا ہے۔ اگر آپ کے دل میں بھی ایسا خیال گزرے تو اس پہلو سے بھی ضرور غور کر لیا کریں کہ اگر میں خود اس شخص کی جگہ ہوتا تو کیا کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے ایمانداری کے ساتھ اپنا جائزہ لیا تو بہت ساری شکایتیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ تحریک، تنظیم، قوم یا فرد کے لئے جہاں یہ بات انتہائی خطرناک ہے کہ لوگوں کی عقلوں پر تالے ڈال دئے جائیں وہیں یہ بھی انتہا پسندی ہے کہ تنقید وتنقیص کو ہی سب کچھ سمجھ لیا جائے۔

دوسری بات جو انسان کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وہ ہے جماعت سے وابستگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت سے الگ اور تنہا رہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی جھونکا آئے گا اور آپ کو وہاں لے جا کر پھینکے گا جہاں کا آپ نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ جماعت میں رہ کر ہم ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں اور ہمارے ایمان کو قوت بھی فراہم ہوتی ہے۔ انسان کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ اسے نیک لوگوں کی صحبت میسر ہو اور انسان کو اس سے بہتر صحبت اور کہاں مل سکتی ہے کہ وہ کسی ایسے گروہ کے ساتھ لگ جائے جو دعوت دین کا کام کر رہا ہو۔

ایسی جماعت جو اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف ہو اس کے ساتھ جڑنے کا مطلب ہے کہ آپ خود بھی دعوت دین کے کام سے جڑ گئے ہیں اور جب آپ دوسروں کی دعوت اور اصلاح کا کام کریں گے تو ضروری ہوگا کہ آپ خود بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں گے۔ اس راہ میں اگر آپ کا نفس آپ کے آڑے آتا بھی ہے تو لوگ آپ کی خامیاں اور کمزوریاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائیں گے، یہاں تک کہ آپ اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔ اس جدوجہد میں شامل ہونے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذہن میں آپ کی ایک خاص تصویر بن جاتی ہے۔ وہ آپ سے یہ امید ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ غلط کاموں میں آپ ان کا ساتھ دیں گے۔ اور اس طرح آپ ان بہت سی خرافات سے بچ جاتے ہیں، تنہا رہنے کی صورت میں ان سے بچنا شاید آپ کے لئے مشکل ہوتا۔ دعوت کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ دعوت دین کا مطلب صرف افہام وتفہیم اور بحث ومباحثہ ہی نہیں ہوا کرتا، بلکہ اصل دعوت تو عملی دعوت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ایک داعی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جتنی کوشش وہ دوسروں کی اصلاح کے لئے کرتا ہے اس سے کہیں بہت زیادہ کوشش اسے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح کے لئے کرنا چاہیے۔ نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ دوسروں کو تو وہ خدا کے غضب اور دوزخ کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے لیکن اپنی اور اہل خانہ کی فکر اس کو نہیں ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ''مومنو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے'' (التحریم: 6)

اپنے گھر میں آپ کی دو حیثیت ہو سکتی ہیں یا تو آپ گھر کے سربراہ ہوتے ہیں یا پھر آپ بھی گھر کے صرف ایک فرد ہوتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں ایک بات مشترک ہے کہ اگر آپ کا اپنا کردار مضبوط ہے تو بغیر کسی خاص کوشش اور توجہ کے لامحالہ آپ کے کردار کا اثر دوسروں پر بھی پڑے گا۔ اور اگر آپ ہی گھر کے ذمہ دار ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ سربراہ کے کردار کے اثرات دوسروں کے کردار پر نظر نہ آئیں۔ یہ بات ہر وقت آپ کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آپ گھر سے باہر تو دوہری زندگی جی سکتے ہیں لیکن گھر کے افراد سے آپ کا کچھ بھی چھپا نہیں ہوتا۔

...\Aadil\Desktop\03-10-2022 Naqueeb\3.10.2022 Izhar Final.inp 9/30/2022 3:29 PM PAGE 13 (1,1)

صلح حدیبیہ کے نتائج و اثرات

قاضی زین العابدین میرٹھی

ذی قعدہ ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ خانۂ کعبہ میں داخل ہورہے ہیں۔ نبیوں کا خواب بھی ایک قسم کی وحی الٰہی ہوتی ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غیبی اشارہ سمجھ کر عُمرہ (زیارت خانہ کعبہ) کی تیاری شروع کردی اور عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ لے، 1500۔ انصار و مہاجرین کی جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور مکہ کے قریب ''حدیبیہ'' میں جا کر اترے۔

قریش کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خبر ملی تو انہوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کردی۔ اور بدیل بن ورقاء خزاعی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، آنے کا مقصد معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقصد تھا وہ بیان کردیا۔ چنانچہ بدیل نے قریش سے آکر کہہ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں۔ جنگ کے ارادہ سے نہیں۔

قریش نے بدیل کی بات پر بھروسہ نہ کیا اور دوبارہ احابیش کے سردار حلیس علقمہ کو بھیجا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان احرام کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور قربانی کی اونٹنیاں بھی ان کے ساتھ ہیں تو قریش سے جا کر سارا حال بیان کردیا۔ اور کہہ دیا کہ مسلمانوں کو روکنا مناسب نہیں ہے، یہ عمرہ کرنے آرہے ہیں۔ کیا غضب ہے کہ دنیا بھر کے لوگ حج کرسکیں اور عبدالمطلب کی اولاد کو اس کی اجازت نہ دی جائے مگر قریش نے حلیس کی بات بھی نہ مانی۔

پھر انہوں نے عروہ بن مسعود سردار طائف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگائے اور اگر ممکن ہو تو کسی طرح انہیں واپسی پر رضامند کردے۔ عروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں کو لے کر اپنی قوم کو مٹانے آئے ہو۔ قریش نے عہد کرلیا ہے کہ وہ تم کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھی قریش کے حملے کی تاب نہ لاکر تمہیں چھوڑ بھاگیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر غصہ آگیا اور ان سے جھڑپ ہوگئی۔

عروہ نے واپس جا کر قریش سے کہا:۔ اے قوم میں قیصر اور کسریٰ کے دربار میں بھی گیا ہوں اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں مگر جو شان میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی وہ کسی بادشاہ کہ نہ دیکھی۔ ان کے ساتھی ان کے وضو کے پانی کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے اور ادب کی وجہ سے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے اور ان کے سامنے بلند آواز سے نہیں بولتے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم ان سے نہ الجھو اور جس مقصد کیلئے آئے ہیں اسے پورا کرلینے دو۔ (محمد رسول اللہ: ۱۲)

اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی، حضرت عثمان بن عفانؓ کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا تا کہ قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا مقصد بتادیں اور انہیں عمرہ میں رکاوٹ ڈالنے سے باز رکھیں مگر قریش نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نظر بند کردیا۔

جب حضرت عثمانؓ واپس نہ آئے تو مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ انہیں شہید کردیا گیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں میں بڑا جوش پھیل گیا۔ رسول اکرم نے فرمایا کہ اب ہم بغیر جنگ کئے نہ لوٹیں گے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرامؓ سے جان کی قربانی کا وعدہ لیا۔ اس وعدے کو ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس وعدہ پر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

اس واقعہ کی خبر جب مکہ پہنچی تو قریش ڈر گئے، انہوں نے حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور سہیل بن عمرو کو اپنی طرف سے صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ لڑائی کا پہلے ہی نہ تھا۔ اس لئے مختصر گفتگو کے بعد ان شرطوں پر صلح ہوگئی۔

۱۔ دس سال تک مسلمانوں اور قریش میں لڑائی نہ ہوگی۔

۲۔ جو قبیلہ مسلمانوں سے معاہدہ کرنا چاہے ان سے معاہدہ کرے اور جو قریش سے معاہدہ کرنا چاہے ان سے معاہدہ کرے۔

۳۔ اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

۴۔ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ جائیں۔ آئندہ سال آئیں مگر سوائے تلوار کے جو میان میں ہوگی کوئی ہتھیار نہ لائیں، تین دن مکہ میں رہیں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔

ان شرطوں میں سے تیسری شرط مسلمانوں کو ناگوار گزری۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر ناگواری کا اظہار بھی کیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو چھوڑ کر کافروں میں جا ملے گا اس کا دور ہو جانا ہی بہتر ہے ور جو انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے لوٹا دیں گے تو خدا اس کے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر ہی دے گا۔ صلح کے بعد مسلمانوں نے اپنے بال ترشوائے احرام کے کپڑے اتارے اور قربانیاں کیں اور مدینہ کو واپس ہوگئے۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان اس صلح کی شرطوں کو پسند نہ کرتے تھے اور انہیں اپنی کمزوری سمجھتے تھے۔ چنانچہ صلح نامہ کی تکمیل ہو جانے کے بعد بھی احرام کھولنے پر اس وقت تک تیار نہ ہوئے جب تک کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا احرام نہ کھول دیا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اس صلح کو ''فتح'' کا نام دیا اور دراصل یہ صلح فتح ہی ثابت ہوئی اب تک کافروں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے اور ان کے مذہب کو سمجھنے اور ان کے اخلاق کو پرکھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اب جو صلح ہوئی اور کافر مدینہ میں آزادانہ آنے جانے لگے تو انہیں یہ موقع ملا اور وہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر خود بخود مسلمان ہونے لگے۔ دوسرے قریش کی طرف سے اطمینان اور راستوں میں امن ہو جانے کی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کا پیغام پہونچانے کا موقع ملا۔ چنانچہ سرکار نامدار نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے جن میں سے کئی خوش نصیب بادشاہوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی قبول کی اور اس طرح اسلام کی قوت و عظمت میں کافی اضافہ ہوگیا۔

چین کے ایغور مسلمانوں کی حالت زار

محمد عباس دھالیوال

چین کے مغربی سرحدی علاقے سنکیانگ میں آباد مسلمان ایغور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتے ہیں جن پر چینی حکومت کی طرف سے کی جانے والی زیادتی کی خبریں اکثر اوقات ہمیں اخبارات میں پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں۔ کچھ عرصے پہلے چین کی طرف سے ایک نئی پابندی عائد کی گئی تھی جس کے تحت ایغور مسلمان والدین اپنے نوزائیدہ بچوں کے ایسے نام نہیں رکھ سکتے جو حکام کے بقول، 'انتہائی مذہبی' معنی رکھتے ہوں۔

چینی حکومت کا یہ موقف رہا ہے کہ سنکیانگ میں مشرقی ترکستان اسلامک موومنٹ سے وابستہ شدت پسند اس خطے میں بدامنی میں ملوث ہیں اور اس کی کارروائیوں کا مقصد مذہبی شدت پسندی پر کنٹرول کرنا ہے۔ چند برس پہلے ایک رپورٹ میں یہاں تک انکشاف ہوا تھا کہ چینی حکومت صوبہ سنکیانگ میں رہنے والے ایغور مسلمانوں کی آبادی پر قابو پانے کے لیے خواتین کی نس بندی کرا رہی ہے یا انہیں مانع حمل آلات کے استعمال پر مجبور کر رہی ہے۔ چینی امور کے ایک ماہر ایڈریان جنز کی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے اور انہوں نے اقوام متحدہ سے معاملے کی تحقیقات کرنے کی اپیل کی ہے جبکہ چین نے اس رپورٹ کو 'بے بنیاد' قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا تھا۔

ایغور مسلمانوں کو قید میں رکھنے کے لئے چین شروع سے ہی عالمی برادری خصوصاً امریکہ و مسلم ممالک کے نشانے و تنقید کی زد میں چلا آرہا ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ تقریباً دس لاکھ اویغور مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کو حراست میں لیا گیا ہے۔ چینی حکومت اسے 'ری ایجوکیشن کیمپ' کہتی ہے۔ پہلے وہ ان کیمپوں کی موجودگی سے بھی انکار کیا کرتی تھی لیکن بعد میں یہ کہہ کر اس کا دفاع کیا تھا کہ یہ انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے ضروری اقدام ہیں۔

یہاں قابل ذکر ہے کہ ادھر 'بی بی سی' نے 2019 میں تحقیقات میں پایا تھا کہ سنکیانگ میں بچوں کو منظّم طریقے سے اپنے کنبے سے الگ کیا جا رہا ہے۔ ایسا انہیں اپنی مسلم برادری سے الگ کرنے کی کوشش کے تحت کیا جا رہا ہے۔

کچھ برس پہلے ایڈریان جینز کی رپورٹ میں، جو کہ سرکاری علاقائی اعداد و شمار، پالیسی سازی سے متعلق دستاویزات اور سنکیانگ میں اقلیتی برادری کی خواتین کے ساتھ انٹرویو پر مبنی تھی، الزام لگایا گیا تھا کہ اویغور مسلمانوں اور دیگر اقلیتی برادری کی خواتین کو اسقاط حمل سے انکار کرنے پر کیمپ میں نظر بند رکھنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ انہیں نس بندی کرانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اس رپورٹ میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ 2016 کے آخری مہینوں سے جو زیادتیاں شروع ہوئی ہیں، اس نے سنکیانگ کو پولیس والی ریاست میں تبدیل کر دیا ہے۔ حکومت کی جانب سے ولادت میں مداخلت ایک عام عمل بن چکا ہے۔

سنکیانگ کے کیمپ میں زیر حراست رہنے والی خواتین نے بتایا کہ انہیں ماہواری روکنے کے لیے انجکشن لگائے گئے تھے۔ حمل کو کنٹرول کرنے والی دوا کے اثرات کے باعث ان میں غیر معمولی طور پر خون بہتا رہتا تھا۔ اب حال ہی میں جو تازہ اعداد و شمار والی رپورٹ آئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چین کے صوبے سنکیانگ میں اقلیتوں کے ساتھ برتا جانے والا برتاؤ انسانیت کے خلاف جرائم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ سنکیانگ میں تحقیقات سے حاصل ہونے والے نتائج کے حوالے سے اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق مشیل باشلیے کا کہنا ہے کہ چین کی سنکیانگ میں اویغور اقلیت کے خلاف 2017 سے 2019 کے درمیان 'دہشت گردی اور انتہا پسندی' کے خاتمے کی مہم بین الاقوامی قوانین کے تحت خدشات کو جنم دیتی ہے۔ یہ ذکر کرتا چلوں کہ چینی اداروں نے 2017 سے 2019 کے درمیان سنکیانگ میں دھکڑ پکڑ شروع کی تھی۔ اسے چینی حکومت نے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف مہم کا نام دیا تھا۔ مذکورہ حوالے سے مِشل بیچلیٹ نے 48 صفحات پر مشتمل رپورٹ ترتیب دی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ وہاں کے مسلمان اقلیت اویغور سمیت دیگر مسلمان گروہوں کے خلاف بیجنگ کے امتیازی سلوک اور حراست میں رکھنے جانے کے من مانے اقدامات سے واضح ہوتا ہے کہ مکینوں کے انفرادی اور اجتماعی حقوق سلب کیے گئے۔ اسے بین الاقوامی جرائم خاص طور پر انسانیت کے خلاف اقدامات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیمیں اور امریکہ کی حکومت بیجنگ پر اویغوروں کے خلاف سنگین زیادتیوں کا الزام لگاتے ہیں جن میں تشدد، جبری نس بندی، جنسی استحصال اور بچوں کو جبری طور پر علیحدہ کرنا شامل ہے۔

ادھر انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ جیسے انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے ادارے پہلے بھی اس طرح کی رپورٹیں دیتے رہے ہیں، جن سے یہ بات سامنے آتی رہی ہے کہ چین میں نسلی اقلیتوں کی بڑے پیمانے پر نگرانی کی جاتی ہے۔ سنکیانگ کے جن تقریباً 10 لاکھ اویغوروں کو حراستی کیمپوں میں رکھا گیا ہے، ان میں زیادہ تر مسلمان ہیں۔

مِشل بیچلیٹ نے نام نہاد پیشہ ورانہ تعلیم کے حراستی مراکز کی صورت حال کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ ان مراکز میں جبری طبی علاج کیا جاتا ہے جبکہ حراست کے دوران ان افراد کو بدترین صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں ایذا رسانی اور بدسلوکی کے ساتھ ساتھ بدتر حالات شامل ہیں۔ ان الزامات کے قابل اعتبار شواہد موجود ہیں۔ ان کے مطابق اسی طرح جنسی اور صنفی بنیاد پر تشدد کے انفرادی واقعات کے الزامات بھی قابل اعتبار ہیں۔

مذکورہ رپورٹ پر چین کے تاثرات بھی سامنے آئے ہیں اس ضمن میں چین نے اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسانی حقوق کو مشل بیچلیٹ کی رپورٹ پر کہا ہے کہ بیجنگ کے خلاف طاقتوں کی جانب سے گھڑی جانے والی گمراہ کن معلومات، جھوٹ اور مفروضوں پر مبنی نام نہاد جائزہ رپورٹ اس کے قوانین اور پالیسیوں کو مسخ کرتی ہے، یہ رپورٹ چین کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی اور اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔

مذکورہ ضمن میں چین کے مندوب انگ جون نے گزشتہ دنوں صحافیوں سے گفتگو میں کہا کہ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ سنکیانگ کے من گھڑت مسئلے کے پیچھے سیاسی محرکات ہیں، جن کا مقصد چین کے استحکام کو نقصان پہنچانا اور اس کی ترقی میں رکاوٹ ڈالنا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوتیریس کے ترجمان اسٹیفن دوجارک نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے سربراہ نے اس رپورٹ کو جاری ہونے سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ یہ ان کی نہیں، انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کی رپورٹ ہے۔

s\Aadil\Desktop\03-10-2022 Naqueeb\3.10.2022 Izhar Final.inp 9/30/2022 3:29 PM PAGE 14 (1,1)

بہار کے صوفیائے کرام

پروفیسر سید شمیم احمد صاحب ڈھاکہ

سلطان شہاب الدین محمد غوری کے سپہ سالار محمد بختیار خلجی نے چھٹی صدی ہجری کے آخری سالوں میں بہار اور مغربی بنگال کو فتح کر کے اس کو سلطنت دہلی میں شامل کرلیا، اور وہ اس علاقے کا پہلا مسلمان وائسرائے مقرر رہوا، مسلم اقتدار کے ساتھ ہی بہار و بنگال میں مسلم تہذیب وثقافت کی اشاعت بھی شروع ہوگئی، اس علاقے کا معاشرہ پہلے سے بھی روحانی تھا، بختیار خلجی اور اس کے جانشینوں کی طرف سے مسلمان مبلغوں اور صوفیوں کی سرپرستی بھی کی گئی، دوسرے سلاطین وامراء کی طرف سے بھی سادات، مشائخ اور علماء کی پوری سرپرستی کی جاتی رہی، ان کے تبلیغی کاموں میں ممکن سہولتیں بہم پہنچائی گئیں، مساجد، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں، لنگر خانے کھولے گئے، معاشرہ میں مشائخ اور درویشوں کو باعزت مقام دیا گیا، دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی دل کھول کر حوصلہ افزائی کی گئی، علماء ومشائخ کی معاشی مدد کے لئے مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں بڑی بڑی جائدادیں دی گئیں، حکومت کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی، بنگال اور بہار میں تصوف کے فروغ میں بڑی موثر ثابت ہوئی، مذہب کی تبلیغ واشاعت اور مسلم معاشرہ کی اصلاح وتعمیر کے لئے صوفیاء کرام منیر سے چاٹگام تک پھیل گئے، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں گوڑ، ندیا، لکھنوتی، پنڈوہ، سونار گاؤں، چاٹگام، مہسی، منیر، بہار شریف اور شیخ پورہ وغیرہ بنگال اور بہار میں تصوف کے مرکز کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، صوبہ بہار میں شہر بہار شریف سے قصبہ منیر تک متعدد مقامات پر صوفیائے کرام اپنے مشن میں لگے ہوئے تھے، بہار شریف کے علاوہ اس کے مضافات واطراف میں سوہڈیہہ، کوسک اور شیخ پورہ، منیر اور اس کے مضافات میں کجاواں، مہداواں، پھلواری، درویش پور، لکھنوور، گیا ضلع میں کاکو، سہروردیہ، چشتیہ، فردوسیہ، زاہدیہ اور دوسرے خانوادوں کے مشائخ تبلیغی مشن میں سرگرم تھے اور وہاں ان کی بڑی بڑی خانقاہیں تھیں۔

بہار میں اسلام کی اشاعت اور تصوف کو فروغ دینے کا سہرا حضرت امام تاج فقیہ، ان کے فرزندوں اور رفقاء کے سر ہے، وسیلۂ شرف میں ہے کہ حضرت امام تاج فقیہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد میں تھے، ۵۷۶ھ میں ایک لشکر جرار کے ساتھ منیر پر حملہ کیا، وہاں کا راجہ مارا گیا، اور منیر پر آپ کا قبضہ ہوگیا اور حضرت امام منیر کی حکومت اپنے فرزندوں، اسرائیل، اسماعیل اور عبدالعزیز کے سپرد کر کے خود اپنے وطن قدس خلیل (بیت المقدس) چلے گئے، حضرت امام کے ساتھ منیر کی جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین میں ایک نمایاں نام حضرت قطب سالار کا آتا ہے، جن کا مزار منیر کے نزدیک موضع مہداواں میں ہے، حضرت امام تاج فقیہ کے حملۂ منیر کا ذکر کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا، صرف بہار کے حلقۂ مشائخ اور صوفیائے بہار سے متعلق تذکروں میں امام تاج فقیہ کا نام ملتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام تاج فقیہ بختیار خلجی کی فوج کے کوئی مجاہد اور صوفی منش افسر تھے اور منیر کی جنگ انہیں کے زیر قیادت لڑی گئی، منیر پر بختیار خلجی نے ۵۹۳ھ میں حملہ کیا تھا، اس لئے حضرت امام تاج فقیہ کے حملہ کا سال ۵۷۶ھ بھی غلط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین غوری نے ترائن کے میدان میں پرتھوی راج کو شکست دی تھی، باقی فتوحات اس کے بعد ہوئیں، اس لئے اس سے پہلے کسی لشکر جرار کا بہار کی طرف رخ کرنا عقل اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے، یہ واقعہ اس لئے بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب امام تاج نقیہ کے حملہ میں منیر کا راجہ مارا گیا اور وہاں آپ کے فرزندوں کی حکومت قائم ہوگئی تو پھر ۵۹۳ھ میں بختیار خلجی نے کس راجہ کے خلاف منیر پر حملہ کیا تھا، تاہم حضرت امام تاج فقیہ کی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بہار کے متعدد مشائخ کبار آپ کے خاندان سے تھے، حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاری آپ ہی کے پرپوتے تھے۔

منیر کے بعد بختیار خلجی کا حملہ صوبہ کے صدر مقام بلدۂ بہار پر ہوا، اس شہر کا اصل نام اوتنت پوری تھا، وہاں بودھ راہبوں کے ویہارے (خانقاہیں) بکثرت تھے، بلدۂ بہار اور اس کے قریب نالندہ، بودھ تہذیب وتمدن کا قدیم اور بڑا مرکز تھا، بختیار خلجی نے اس شہر کو بہار کے مفتوحہ علاقہ کا صدر مقام قرار دیا، بہار شریف میں سلطنت دہلی کی طرف سے ایک گورنر حکومت کرتا تھا، بہار شریف میں ساتویں صدی ہجری میں تصوف اور مسلم ثقافت کی ارتقائی حیثیت کیا تھی، اس کا کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا، مقامی روایات بھی کچھ بتانے سے خاموش ہیں، چند مزارات ومقبرے ایسے ضرور ہیں جو ساتویں صدی کی شخصیتوں سے منسوب ہیں، مثلاً بہار کے ایک محلّہ عماد پور میں ایک مقبرہ فاتح بہار بختیار خلجی کی جانب منسوب ہے، تاریخ فرشتہ اور بعض دوسری کتابوں میں بھی بختیار خلجی کا مدفن بہار شریف ہی بتایا گیا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہ مقبرہ اسی کا ہو، ایک دوسرا قدیم مقبرہ جو اب منہدم ہو چکا ہے، بہار کے گورنر بلکہ نیم خودمختار حکمراں تاج فقیہ ارسلان خاں کا ہے، جو سلطان شاہ کے لقب سے مشہور تھا، سلطان شاہ کا انتقال ۶۶۳ھ میں ہوا تھا، اس کے دوسرے سال اس کے لڑکے محمد تاتارخاں نے جو باپ کی جگہ بہار کا گورنر ہوا یہ مقبرہ تعمیر کرایا، مقبرہ کا کتبہ جو کافی لمبا چوڑا ہے، محلّہ بارہ دری میں درگاہ اور مسجد کے نزدیک رکھا ہوا ہے، اس کتبہ کا ذکر جرنل آف دی ایشاٹک سوسائٹی آف پاکستان میں بھی موجود ہے، شہر سے کوئی چار میل دور موضع تیتھی میں ایک درگاہ خواجہ غریب نواز کے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے چلہ سے منسوب ہے، قیاس ہے کہ یہ مقبرہ عثمان نام کے کسی حاکم وقت یا صوفی کا ہے، یا ممکن ہے حضرت عثمان آخی سراج کا چلہ ہو، دہلی سے گوڑ جاتے ہوئے بہار کے علاقہ میں آپ کا قیام کرنا قرین قیاس ہے، اسی طرح شہر سے باہر محلّہ سوہڈیہہ سے مغرب جانب موضع سیاؤ میں ایک شاندار درگاہ ہے جو خواجہ ملتانی نام کے کسی بزرگ سے مشہور ہے، درگاہ کی عمارت اور اس کے اندر کے مزارات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑے شیخ یا امیر کا مقبرہ ہے، سوہ ریلوے اسٹیشن سے شمال مشرق کی طرف ویرانہ میں ایک گنبدوار مقبرہ خواجہ بایزید نام کے ایک بزرگ سے منسوب ہے، آسیب زدہ خواتین اس مقبرہ پر خاص عقیدت واحترام سے حاضر ہوتی ہیں، خاص شہر کے اندر ایک مزار، پیر تختہ نام کے کسی بزرگ سے منسوب ہے، مخدوم الملک شرف الدین بہاری کے آستانہ کے متصل چار سیدانیوں کے مزارات بتائے جاتے ہیں، مشہور ہے کہ مخدوم الملک نے ان ہی مزارات کی وجہ سے یہ جگہ اپنے مدفن کے لئے منتخب کی تھی، شہر سے ایک میل مشرق میں پہاڑی کے پار موضع بیابانی میں حضرت کمال الدین بیابانی کی درگاہ ہے، پہاڑ پر بہار کے ملکوں کے باوا آدم حضرت سید ابراہیم بن سید ابوبکر عرف ملک بیا متوفی ۷۵۳ھ کا عظیم مقبرہ ہے، اس لئے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خلجیوں اور تغلقوں کے عہد میں بہار شریف اور صوبے کے دیگر مقامات پر سہروردیہ، چشتیہ، فردوسیہ، زاہدیہ اور دوسرے خانوادوں کے مشائخ موجود تھے، اس کے بعد قادریہ اور دوسرے سلسلوں کو فروغ حاصل ہوا، جن خانوادوں کا بہار میں زیادہ اثر رہا ان کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سہروردیہ: ابتداءً بہار میں سہروردیہ سلسلہ کو فروغ حاصل ہوا، ملتان اور دہلی سے بہار و بنگال تک سہروردیہ مشائخ پھیلے ہوئے تھے، شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی کے متعدد خلفاء اس علاقے میں تشریف لائے اور آباد ہوئے، ان میں تین بزرگ شیخ المشائخ حضرت جلال الدین تبریزی، شیخ احمد دمشقی اور قاضی شہاب الدین پیر جگجوت زیادہ مشہور ہوئے، حضرت جلال الدین تبریزی خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی کے ممتاز ترین خلفاء میں تھے، ملتان، دہلی اور بدایوں ہوتے ہوئے بنگال پہنچے اور یہاں کے مختلف مقامات پر تبلیغ کی، بہار میں بھی آپ کا کافی اثر تھا، شیخ الشیوخ کے دوسرے خلیفہ شیخ احمد دمشقی نے بھی بنگال ہی کو اپنا مسکن ومدفن بنایا، شیخ احمد دمشقی اور آپ کے مرید تقی الدین میوی اپنے زمانہ کے علماء ومشائخ میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، مخدوم الملک کے والد حضرت مخدوم یحیٰ منیری اور خالو مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی شیخ تقی الدین ہی سے بیعت تھے، شیخ الشیوخ کے تیسرے خلیفہ قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کی شخصیت بڑی ارفع واعلیٰ گذری ہے، مشائخ بہار کے متعدد خاندانوں کو آپ سے نسبت حاصل ہے، آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں، اور چاروں کی شادیاں صوبہ کے مشہور بزرگوں سے ہوئیں، آپ کے چاروں داماد حضرت سید موسیٰ، مخدوم یحیٰ منیری، مخدوم سلیمان لنگر زمین اور مخدوم حمید الدین صوفی اور ان کے صاحبزادگان مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ، مخدوم الملک شرف الدین بہاری، مخدوم عطاء اللہ اور مخدوم یتیم اللہ سفید باز اکابر صوفیا میں ہیں، ان میں سے کئی بزرگ سہروردیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس لئے آپ کے بعد مخدوم حمید الدین جانشین ہوئے، مخدوم حمید الدین متوفی ۷۰۰ھ اور آپ کے صاحبزادے مخدوم یتیم اللہ سفید باز متوفی ۷۰۹ھ کے مزارات بہار شریف میں ہیں، حضرت حمید الدین صوفی اور آپ کے والد حضرت آدم صوفی البتہ چشتیہ سلسلہ سے منسلک تھے، قاضی شہاب الدین پر جگجوت متوفی ۶۶۶ھ اور حضرت آدم صوفی متوفی ۶۹۷ھ کی درگاہیں فتوحہ (پٹنہ) کے نزدیک موضع جیٹھلی میں ہیں، جو علی الترتیب کچی درگاہ اور پکی درگاہ“ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم احمد چرم پوش بہار کے مشہور ترین صوفیوں میں گذرے ہیں، بنگال کے شیخ طریقت حضرت علاء الحق پنڈوہی سے بیعت تھے، ۷۷۶ھ میں وصال فرمایا، محلّہ انبر بہار شریف میں آپ کا مزار ہے، حضرت مخدوم احمد چرم پوش کے والد کا روضہ بھی بہار شریف ہی میں ہے، مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی اور آپ کے صاحبزادے حضرت عطاء اللہ موضع کجاواں میں آسودۂ خواب ہیں، سہروردیہ سلسلہ کے بزرگوں کا ذکر اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک حضرت یتیم اللہ سفید باز کے پوتے حضرت ضیاء الدین صوفی متوفی ۸۲۲ھ اور حضرت سجھن گنج نشین کا ذکر نہ کیا جائے، حضرت ضیاء الدین صوفی کی درگاہ ضلع پٹنہ کی ایک بستی چنڈوسی میں ہے، حضرت سجھن گنج نشین کا مزار محلّہ سکونت بہار شریف میں ہے، یہ مخدوم احمد چرم پوش کے سلسلہ کے بزرگ ہیں، ان کے بارے میں یہ شعر پرانے زمانے سے مشہور ہے:

شیخ سجھن ستونِ خانہ دین
لقب خاص شیخ گنج نشین

چشتیہ: خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت علاء الدین صابر کلیری اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی باعظمت شخصیتوں کی وجہ سے ہندوستان کے سلاطین وامراء اور عوام میں چشتیہ سلسلہ بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی، حضرت نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء کی وجہ سے بہار و بنگال اور دکن تک چشتیہ سلسلہ پھیل گیا، آپ کے ایک خلیفہ حضرت عثمان اخی سراج نے بنگال کے دارالحکومت گور میں قیام کیا، بنگال میں ان کی شخصیت اتنی موثر تھی کہ شیخ علاء الحق سہروردی پنڈوسی جیسے جلیل القدر بزرگ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ سے اجازت وخلافت حاصل کی، شیخ علاء الحق اور ان کے لڑکے شیخ نور قطب عالم کا بنگال اور بہار میں بڑا اثر تھا، حضرت آدم صوفی اور ان کے صاحبزادے حضرت حمید الدین صوفی اور چشتیہ سلسلہ کے دوسرے بزرگ یوں تو بہار کے تمام اہم مقامات پر پھیلے ہوئے تھے، لیکن ان کا سب سے بڑا مرکز صوبہ کا صدر مقام بہار شریف تھا، شہر اور مضافات میں چشتی مشائخ کی خانقاہیں قائم تھیں، آج بھی شہر کا ایک بڑا علاقہ چشتیانہ کہلاتا ہے، اس علاقہ میں چشتیہ سلسلہ کے صوفیائے کرام اور امراء وحکام کے مزارات ہیں، تاج الدین ارسلان خان کا منہدم مقبرہ اسی جگہ بخاری مسجد کے نزدیک ہے، کاغذہ محلّہ میں حضرت خواجہ احمد سیستانی کا گنبد دار مقبرہ ہے، آپ مخدوم الملک کے استاد اور رشتہ دار ہوتے ہیں، حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے دو خلفاء حضرت فرید طویلہ بخش اور شیخ سعادت بہار شریف تشریف لائے، حضرت فرید طویلہ بخش کا شمار صوبہ بہار کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے، آپ کے خاندان میں حضرت دیوان عبدالوہاب بھی بااثر صوفیوں میں تھے، محلّہ بڑی تکیہ بہار شریف میں درگاہ ہے، حضرت فرید طویلہ بخش اور شیخ سعادت کے مزارات چاند پورہ میں ہیں، جو شہر سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے، موضع بجون میں حضرت یتیم اللہ سفید باز کی درگاہ ہے، آپ حضرت حمید الدین صوفی کے فرزند تھے۔

بابا فرید گنج شکر کے خاندان کی ایک شاخ فتح پور سیکری سے آکر درویش لکھنور کے نزدیک دیوریا میں آباد ہوگئی تھی، خواجہ غریب نواز کے تین اعزہ سید حسن جنگ سوار سید احمد اور ان کے بھانجے سید محمد بہار پہنچے، سید احمد اور سید محمد بمقام جروحہ (حاجی پور) شہید ہوئے، سلطان فیروز تغلق کے عہد میں شیخ فتوا اور شیخ برہان شمالی بہار میں سلیم آباد تشریف لائے اور وہیں شہد ہوئے، خواجہ صاحب کے ایک خلیفہ عبداللہ کرمانی مزار بیر بھوم (مغربی بنگال) میں ہے، سلطان محمد تغلق اور سلطان فیروز تغلق کے زمانہ میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے کئی خلفاء بہار شریف میں تھے، جن میں حضرت نظام مولیٰ زیادہ مشہور ہیں، یہ مخدوم الملک کے دوستوں میں تھے۔

اسی طرح بہار کے صوفیاء کرم نے رشد وہدایت کا عظیم کارنامہ انجام دیا، ان خانقاہوں سے ہزاروں خلق خدا کو فائدہ پہونچا (ماخوذ از معارف، نومبر ۶۳ء)

طب وصحت

بھولنے کی بیماری

پروفیسر ڈاکٹر زیڈآزاد

جیسے جیسے ہماری عمر بڑھتی ہے، ہر طرح کی بیماریاں ہمارے جسم کو نشانہ بنانے لگتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک بڑی بیماری بھولنے کی عادت (الزائمر ڈیمنشیا) ہے۔ ملک اور دنیا میں الزائمر میں مبتلا افراد کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لیے اس بیماری سے بچاؤ اور آگاہی کے لیے عالمی یوم الزائمر ہر سال 21 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اگر آپ کو یاد رکھنے کی صلاحیت میں کمزوری، مسلسل الجھن، جذباتی اداسی یا ہدایات پر عمل کرنے میں ناکامی محسوس ہوتی ہے، یا اگر آپ رویے اور سوچ میں تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ تو یہ الزائمر کی علامت ہو سکتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب دماغ میں اعصابی خلیات مر جاتے ہیں۔ جلد پتہ لگانے سے اسے کنٹرول کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے اگر آپ کو ایسی علامات نظر آئیں تو فوراً متعلقہ ڈاکٹر سے رابطہ کریں۔

بیماری جو یادداشت اور رویے کو متاثر کرتی ہے

الزائمر ڈیمنشیا کی سب سے عام قسم ہے۔ یہ لوگوں کی یادداشت، سوچ اور طرز عمل کو متاثر کرتا ہے۔ الزائمر ایسوسی ایشن کے مطابق، ڈیمنشیا کے 60-70% کیسز الزائمر کی بیماری کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ بیماری کی علامات 60 سال کی عمر کے بعد ظاہر ہو سکتی ہیں اور عمر کے ساتھ خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ 65 سال کی عمر کے بعد اس مرض میں مبتلا افراد کی تعداد ہر پانچ سال بعد دوگنی ہو جاتی ہے۔ الزائمر کی بیماری موت کی 10 بڑی وجوہات میں سے ایک ہے، لیکن 65 سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں میں موت کی پانچویں بڑی وجہ ہے۔ دل کی بیماری اور کینسر سے ہونے والی اموات میں کمی کے برعکس الزائمر کی بیماری سے اموات کی شرح بڑھ رہی ہے۔

بیماری آہستہ آہستہ بڑھ کر سنگین ہوتی جاتی ہے

الزائمر کی علامات کئی سالوں میں آہستہ آہستہ نشوونما پاتی ہیں اور آخر کار زیادہ شدید ہو جاتی ہیں۔ بھولنے کا مسئلہ عام طور پر الزائمر کی پہلی انتباہی علامات میں سے ایک ہے۔ ایک بار الزائمر ہو جائے تو یہ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوسکتا، لیکن طبی انتظامات سے اس مرض میں مبتلا افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بیماری کی علامات کو کم کرتے ہوئے دماغی صحت کو برقرار رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

65 سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں کو خطرہ زیادہ:

65 سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں میں اس بیماری کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی علامات بھی دیکھی جاسکتی ہیں، چاہے یہ بیماری خاندان کے کسی قریبی فرد میں جینیاتی (جینیٹک) طور پر ہو۔ اس کے ساتھ یہ بیماری ڈپریشن، سگریٹ نوشی، دل کی بیماری یا دماغی فالج کا شکار افراد میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ لوگ سگریٹ نوشی اور شراب نوشی ترک کرنے کی کوشش کریں۔ باقاعدگی سے ورزش کر کے خود کو فٹ رکھیں۔ اپنے دماغ کو متحرک رکھیں اور کافی مقدار میں پھل اور سبزیوں کے ساتھ متوازن غذا کھائیں۔ ایک فعال سماجی زندگی کو برقرار رکھنا بھی خطرے کو کم کرتا ہے۔

میڈاز میں الزائمر کے علاج کے لیے عالمی معیار کا نظام:

الزائمر ڈیمنشیا کے تمام مراحل میں مبتلا افراد کی تشخیص اور علاج کے لیے میڈاز میں سینئر نیورولوجسٹ کی سربراہی میں ایک عالمی معیار کی ٹیم موجود ہے۔ اس کے متاثرین کے لیے بحالی کے پروگرام چلائے جاتے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کرنے والے ہیلتھ ورکرز کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ ہسپتال میں نیورو سے متعلق تمام بیماریوں کے بارے میں باقاعدگی سے بیداری اور تحقیق کی جاتی ہے، تاکہ متاثرین کے بہتر علاج کو یقینی بنایا جا سکے۔

بھولنے کی بیماری کی کچھ اہم علامات:

- یادداشت ختم ہونا، جیسے کسی مانوس جگہ میں گم ہو جانا یا سوالات کو دہرانا۔
- رقم کو سنبھالنے اور بل ادا کرنے میں پریشانی، گھر پر، کام پر، کھانا پکانے، گاڑی چلانے، کپڑے پہننے اور دیگر کاموں کو پورا کرنے میں پریشانی
- چیزوں کو غلط جگہ پر رکھنا اور انہیں تلاش کرنے کے لیے قدم واپس لینے میں ناتواں محسوس ہونا
- بولنے یا لکھنے میں دشواری
- مزاج اور شخصیت میں تبدیلیاں

هفتـــۂ رفتـــه

محمد اظهار

نیوز چینلوں کی اشتعال انگیزی پر سپریم کورٹ برہم

نیوز چینلوں پر اشتعال انگیزی اور نفرت کے خلاف سخت موقف اختیار کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے میڈیا کی سخت سرزنش کی ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ ٹی وی چینلوں پر بحث کے دوران اینکر پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نفرت اور اشتعال انگیزی پر قابو پائیں۔ حکومت پر بھی سوال اٹھاتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا کہ حکومت اس معاملے میں خاموش تماشائی کیوں بنی ہوئی ہے۔ گزشتہ سال دائر درخواستوں کی سماعت کرتے ہوئے جسٹس کے ایم جوزف نے کہا کہ مین اسٹریم میڈیا اور سوشل میڈیا پر پھیلائی جانے والی اشتعال انگیزی پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے مزید کہا کہ ایک سخت ریگولیٹر سسٹم کو تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ عدالت عظمیٰ نے نفرت انگیز تقریر کو روکنے کے لئے لا کمیشن کی سفارشات پر مرکزی حکومت سے جواب بھی طلب کیا ہے۔ 2017 میں لا کمیشن نے اشتعال انگیزی کو روکنے کے لیے سپریم کورٹ میں رپورٹ پیش کی تھی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان کے کسی قانون میں نفرت انگیزی کی تعریف نہیں کی گئی ہے، تاہم آزادی اظہار کے اشتعال انگیزی کی کچھ شکلوں پر پابندی لگادی گئی ہے۔ آئی پی سی کی دفعہ 153/سی اور 505/اے میں بھی اشتعال انگیزی پر پابندی کی بات کرتی ہے۔

نفرت انگیز اور مواد سے متعلق دائر درخواستوں پر سماعت کرتے ہوئے جسٹس کے ایم جوزف نے کہا کہ آزادی صحافت ضروری ہے، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی حدیں کیا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اشتعال انگیزی کئی قسم کی ہوسکتی ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے کسی کو قتل کر دیا جائے یا آہستہ آہستہ مارا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کوئی منفی اقدام نہ کرے، بلکہ کم از کم اس معاملے میں عدالت سے تعاون کرے۔ انہوں نے کہا کہ سیاسی پارٹیاں اس سے سرمایہ کماتی ہیں اور ٹی وی چینل ایک پلیٹ فارم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ زیادہ تر نفرت انگیز مباحثے ٹی وی، سوشل میڈیا پر ہو رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے پاس ٹی وی کے حوالہ سے کوئی ریگولیٹری میکانزم نہیں ہے۔ انگلینڈ میں ایک ٹی وی چینل پر بھاری جرمانہ عائد کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں ایسا نظام موجود نہیں ہے۔ اینکرز کو بتایا جائے کہ اگر آپ غلط کریں گے تو اس کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔ مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب آپ کسی تقریب کے دوران کسی شخص کو کچلتے ہیں اور جب ٹی وی آن کرتے ہیں تو ہمیں یہی ملتا ہے، ہم اس سے جڑ جاتے ہیں۔ ہر کوئی اس جمہوریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا فائدہ سیاست داں اٹھا رہے ہیں۔ جمہوریت کے ستونوں کو آزاد ہونا چاہیے۔ ہر کسی کو شکار نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ آپ مہمانوں کو بلا کر ان کی تنقید کرتے ہیں۔ ہم کسی مخصوص اینکر کے خلاف نہیں، بلکہ عمومی رجحان کے خلاف ہیں، ایک نظام ہونا چاہیے۔ مرکز کیوں خاموش ہے، سامنے کیوں نہیں آتا؟ ریاست کو بطور ادارہ زندہ رہنا چاہیے۔ مرکز کو پہل کرنی چاہیے۔ ایک سخت ریگولیٹری میکانزم قائم کریں۔ (ایجنسی)

بہار سول کورٹ میں 7692 خالی عہدوں پر تقرری کا عمل شروع

بہار سول کورٹ میں 7692 خالی عہدوں پر بحالی کے لئے رجسٹریشن شروع ہوگیا ہے۔ بہار سول کورٹ کے اشتہار کے مطابق یہ سبھی عہدے گروپ سی کے ہیں۔ ان عہدوں کو پر کرنے کے لئے صرف آن لائن آپشن دیا گیا ہے۔ ان عہدوں کے لئے فارم بھرنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر 2022 ہے۔ بہار سول کورٹ کے اس اشتہار کے مطابق کل خالی عہدے کی تعداد 7 ہزار 692 ہے، جن میں کلرک کے 3325 عہدوں پر بحالی ہونی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اسٹینوگرافر کے 1562، کورٹ ریڈر کے 132 عہدے شامل ہیں۔ چپراسی کے 1673 عہدوں پر بھی بحالی ہوگی۔ تعلیمی صلاحیت کے مطابق الگ الگ عہدوں پر بحالی ہوگی، جس میں میٹرک سے گریجویشن پاس امیدوار شامل ہوں گے۔ ذرائع کے مطابق ان سبھی عہدوں پر بھرتی پی ٹی مینس، اسکل ٹسٹ اور انٹرویو کی بنیاد پر کی جائے گی۔ 18 سال سے 37 سال تک کی عمر کے نوجوان درخواست دے سکتے ہیں۔ خواتین، ای بی سی اور او بیسی کو عمر میں 3 سال کی چھوٹ دی گئی ہے، جبکہ ایس سی اور ایس ٹی کے امیدواروں کو عمر میں 5 سال کی رعایت دی گئی ہے۔ (اسٹاف رپورٹر)

پی ایم سی ایچ کے جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال ختم

پٹنہ میڈیکل کالج میں گزشتہ 5 دنوں سے جاری جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال ختم ہوگئی ہے۔ مقامی نوجوان سے جھڑپ اور مار پیٹ کے معاملے میں جونیئر ڈاکٹروں نے او پی ڈی بند کر دیا تھا۔ اسپتال انتظامیہ پر معاملے کو سنجیدگی سے نہیں لینے کا الزام لگایا گیا تھا۔ محکمہ صحت کے ایڈیشنل چیف سکریٹری پرتیہ امرت کے اس یقین دہانی پر کہ اس معاملے میں کارروائی کی جائے گی۔ اس کے بعد ڈاکٹروں نے ہڑتال واپس لینے کا اعلان کیا۔ سکریٹریٹ میں پرنسپل اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی موجودگی میں ہوئی میٹنگ میں تحفظ کی یقین دہانی کے بعد جونیئر ڈاکٹروں نے ہڑتال واپس لینے کا اعلان کیا۔ (اسٹاف رپورٹر)

سی بی آئی کی 20 ریاستوں میں 56 مقامات پر چھاپے

ملک بھر کی 20 ریاستوں میں تقریباً 56 مقامات پر سی بی آئی کے چھاپے پڑے ہیں۔ بتایا جا رہا ہے کہ سی بی آئی کا چھاپہ پائلڈ پورنوگرافی یعنی آن لائن چائلڈ سیکسوئل ایکسپلوٹیشن میٹریل سے متعلق ہے۔ سی بی آئی کے چھاپے سنگاپور اور نیوزی لینڈ کے انٹرپول یونٹ کے اشتراک کردہ معلومات پر مبنی ہیں۔ سی بی آئی ذرائع کے مطابق ایجنسی کو اطلاع ملی ہے کہ ملک میں کچھ ایسے گینگ ہیں جو آن لائن پلیٹ فارم پر بچوں کے جنسی استحصال کے مواد کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں یہ بھی معلومات ہیں کہ نیوزی لینڈ کے انٹرپول یونٹ نے سنگاپور کے ذریعے بتایا تھا کہ اس غیر قانونی کام میں ہندوستان کے کئی گینگ ملوث ہیں۔ (اسٹاف رپورٹر)

Volume:62/72,Issue:37R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہم جو انسانوں کی تہذیب لیے پھرتے ہیں
ہم سا وحشی کوئی جنگل کے درندوں میں نہیں
(ساحرلدھیانوی)

اپوزیشن اتحاد کوسبوتاژ کرنے کی سازش

عارف عزیز (بھوپال)

میڈیا ہو، یاٹی وی چینلس سبھی کی کوشش یہی دکھائی دے رہی ہے کہ ایک ایجنڈہ کے تحت بی جے پی اور عام آدمی پارٹی کوایک دوسرے کی کٹر حریف اوراصل مقابلہ کی حقدار کے طور پر پیش کیا جائے۔اس ساری لڑائی اورٹی وی مباحث کے مقاصد یہ ہیں کہ متحدہ اپوزیشن کے امکانات کوسبوتاژ کیا جائے۔اب جبکہ آئندہ عام انتخابات کا وقت قریب ہے اوران سے قبل ملک کی چند ریاستوں میں بھی اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں،ان چناؤ میں کانگریس اور دیگر اپوزیشن جماعتوں کے امکانات کومتاثر کرنے کے لئے عام آدمی پارٹی کوابھارا جارہا ہے۔ عام آدمی پارٹی بھی ایسا لگتا ہیکہ اس سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ بن گئی ہے یا پھر بی جے پی کے بچھائے ہوئے جال میں جانے انجانے میں پھنستی جارہی ہے۔ٹی وی مباحث میں خود عام آدمی پارٹی کے نمائندے اپوزیشن اتحاد کے امکان کوعملاً مسترد کرتے نظر آرہے ہیں۔الزامات و جوابی الزامات کے دوران یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ، آئندہ عام انتخابات بی جے پی و عام آدمی پارٹی کے مابین مقابلہ ہوں گے جبکہ حقیقت یہ ہیکہ لوک سبھا میں فی الحال عام آدمی پارٹی کا ایک بھی رکن نہیں ہے۔اس کے باوجود ٹی وی کے مباحث کے ذریعہ مذکورہ تاثر عام کرنے کی کوشش تیز ہوگئی ہیں۔ ملک کے بے شمار مسائل کونظرانداز کرتے ہوئے دہلی کی شراب پالیسی اوراسکولوں کی تعمیر پر مباحث کروائے جارہے ہیں اورعوام کے ذہنوں کومنتشر کیا جارہا ہے۔ایک دوسرے کے خلاف الزامات اور جوابی الزامات عائد کئے جارہے ہیں اوراب ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اسٹنگ آپریشن کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ پہلے عام آدمی پارٹی نے دعویٰ کیا کہ اس کے ارکان اسمبلی کوخریدنے کی کوشش کی گئی جو ناکام ہوگئی۔عآپ کے ارکان اسمبلی نے کسی لالچ کوقبول نہیں کیا۔ بی جے پی پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ دہلی کی حکومت کوگرانا چاہتی تھی، جبکہ دہلی میں بی جے پی کے صرف 2 ارکان اسمبلی ہیں۔اس الزام کی تائید میں کوئی جامع اور ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا گیا اورمحض اتنا کہا گیا کہ وقت آنے پر سارا آڈیو جاری کردیا جائے گا۔اب وقت کب آئے گا اس کی کوئی صراحت نہیں۔

بی جے پی نے پہلے توان الزامات کی مسلسل تردید کی اوراب اچانک ایک اسٹنگ آپریشن کا دعویٰ کیا جارہا ہے اورالزام عائد کیا جارہا ہے کہ عام آدمی پارٹی کے ارکان اسمبلی نے شراب پالیسی کیلئے بھاری رقومات حاصل کی تھیں۔ایک ویڈیو جاری کرتے ہوئے یہ الزام عائد کیا جارہا ہیکہ دہلی کے چیف منسٹر اروند کجریوال اور ڈپٹی چیف منسٹر منیش سیسوڈیا نے شراب پالیسی کے تحت خانگی تاجروں سے سینکڑوں کروڑ روپۓ کے کمیشن حاصل کئے ہیں۔اس طرح بی جے پی نے ارکان اسمبلی کوخریدنے کے عام آدمی پارٹی کے الزامات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔اس اسٹنگ آپریشن یا ویڈیو کی حقیقت کیا ہے اس کی توضاحت نہیں ہوئی ہے،لیکن الزامات وجوابی الزامات کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے۔ان کے ذریعہ ٹی وی چینلس پر مزید کئی دن مباحث کرواتے ہوئے حقیقی مسائل اور صورتحال سے عوام کی توجہ کو بھٹکایا جائے گا۔اپوزیشن کے اتحاد کوقبل از وقت پارہ پارہ کرنے کے منصوبوں کے تحت ایسا کیا جارہا ہے اورانتخابی مقابلہ کو بی جے پی کے حق میں زیادہ سے زیادہ آسان کرنے کی حکمت عملی کا یہ ایک طریقہ ہے۔بی جے پی تواس میں بڑا کردار ادا کررہی ہے،لیکن عام آدمی پارٹی بھی اس کا حصہ بنتے ہوئے اسی میں اپنا بھی رول ادا کررہی ہے۔ جوالزامات و جوابی الزامات عائد کئے جارہے ہیں، ان کی سچائی اور حقیقت کا پتہ چلانے پر کسی کی توجہ نہیں ہے۔صرف زبانی جمع خرچ پر ہی توجہ کی جارہی ہے۔اس سے بھی پتہ چلتا ہیکہ اصل مقصد صرف اورصرف عوامی توجہ کو بانٹنا اور بی جے پی کی بالواسطہ مدد کرنا ہی ہے۔

اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر بی جے پی اور عام آدمی پارٹی دونوں کے الزامات کی اعلیٰ سطحی تحقیقات ہونی چاہئے۔ عام آدمی پارٹی کے پاس اگر آڈیو ثبوت ہے تواس کے ذریعہ عدالت سے رجوع ہونا چاہئے تھا جبکہ بی جے پی کے اسٹنگ ویڈیو درست ہیں تواس کی بنیاد پرای ڈی اورسی بی آئی کومتحرک کیا جانا چاہئے تھا۔صرف الزامات کے ذریعہ سیاسی مقصد براری پر توجہ کی جاتی ہے تواس سے واضح ہوجاتا ہیکہ یہ سب کچھ محض ایک ڈرامہ ہی ہے۔

بڑھتا فرقہ وارانہ جنون

فخرعالم

جدید سیاست نے ملک میں تعمیر وترقی اور ریاست کے نظم ونسق کے چلانے میں جو بھی کردار ادا کیا ہولیکن معاشرے اورسماج میں تقسیم کی ایسی لکیر کھینچ دی ہے، جو ہر گذرتے دن کے ساتھ گہری ہوتی جارہی ہے، سیاسی جماعتیں اپنی حکمرانی کوطول دینے کے لئے مذہب،نسل، علاقہ اورزبان کی بنیاد پر معاشرہ کوتقسیم در تقسیم کررہی ہیں۔اس کے نتیجہ میں فرقہ واریت، مذہبی جنون، تشدد اور عدم برداشت کی پیدا ہونے والی لہر نے پورے ملک کواپنی لپیٹ میں لئے ایسا سفرشروع کردیا ہے جس کا انجام کھلی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

گذشتہ کئی دنوں کے دوران تسلسل کے ساتھ چند ایسی خبریں آئی ہیں، جن سے اشارہ مل رہا ہے، فرقہ پرستی برابر بڑھتی جارہی ہے۔ پنجاب کے ترن تارج ضلع میں ایک چرچ میں شرپسندوں نے توڑ پھوڑ کی اور پادری کی گاڑی کونذر آتش کردیا۔اتر پردیش کے مرادآباد میں ایک گھر کے اندر، جماعت سے نماز پڑھنے پر 16 افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی گئی۔کرناٹک کے ہبلی میں مسلمانوں کی عیدگاہ گراؤنڈ میں نماز کی بجائے پولیس کی نگرانی میں گنیش اتسومنایا جارہا ہے۔

یہ واقعات ہر چند کہ نئے نہیں ہیں،لیکن ان واقعات کے حوالے سے انتظامیہ اور حکومت کا موجودہ کردار اور رویہ بہت سے ایسے سوال کھڑے کررہا ہے، جس کے جواب پر ملک کے امن وسکون، بھائی چارہ اور ہم آہنگی کا انحصار ہے۔اس سے پہلے پیش آنے والے اس طرح کے واقعات اور واردات پر حکومت متحرک ہوتی تھی، انتظامیہ بھی ملزموں کے خلاف کارروائی کواپنا فرض تصور کرتا تھا۔حکومتوں کواپنی جوابدہی کا خیال ہوا کرتا تھا، لیکن اب یہ ساری باتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔سنگینوں کے سایہ میں دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں پر قبضہ اورجشن منایا جاتا ہے۔حکومت نہ صرف ایسے ملزمین کی پشت پر کھڑی رہتی ہے، بلکہ ایسے واقعات سے صریحاً انکار بھی کردیتی ہے۔حتیٰ کہ عدالتوں میں کھڑے ہوکر ایسے واقعات کومنمانے ،غلط، بے بنیاد اور فرضی قرار دے ڈالتی ہے۔ملک میں مسیحی برادری پر ہونے والے حملوں کے سلسلے میں گذشتہ دنوں سپریم کورٹ میں حکومت نے یہی موقف اختیار کیا تھا۔مسیحی برادری کے افراد اور چرچ پرحملوں کے سلسلے میں دائر کی گئی مفاد عامہ کی ایک عرضی پر سپریم کورٹ کی جانب سے طلب کی گئی رپورٹ میں حکومت نے ایسے تمام واقعات کوغلط قرار دے ڈالا تھا۔ سالیسٹر جنرل تشارمہتا نے عدالت سے کہا تھا کہ پی آئی ایل میں زیادہ تر مبینہ کیس جھوٹے ہیں اور ویب پورٹل پرشائع ہونے والے ایک مضمون پر مبنی ہیں۔لیکن پنجاب کے ترن تارج میں چرچ پر ہونے والے حملہ کی خبر کو نہیں روک پائی۔اس واقعہ کے بعد ہی سپریم کورٹ نے مسیحی برادری اوران کے چرچ پرحملوں کے حوالے سے حکومتی بیان کونظر انداز کردیا اور وزارت داخلہ سے کہا کہ وہ پنجاب، ہریانہ، اتر پردیش، مدھیہ پردیش، کرناٹک ،اڑیسہ، چھتیس گڑھ اور جھارکھنڈ سے عیسائی اداروں پرحملوں کے بارے میں رپورٹ طلب کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ حالیہ چند مہینوں کے دوران ملک کے مختلف علاقوں میں مذہبی اقلیتوں پر چھوٹے بڑے تقریباً 500 حملے ہوئے ہیں۔ان حملوں کے دوران انفرادی سطح پر مار پیٹ، قتل سے لے کر عبادت گاہوں میں توڑ پھوڑ اور قبضہ جیسے سنگین واقعات بھی شامل ہیں۔ملوث ملزمین کی نشاندہی بھی ہوئی ہے لیکن ان کی گرفتاری ایسے واقعات کے روک تھام اور مذہبی جنون پر لگام کی کوئی کوشش حکومتی سطح پر کہیں نظر نہیں آئی۔حکومت کا یہ رویہ مذہبی جنونیوں اور شرپسندوں کے حوصلہ کومہمیز دے کر ایسے واقعات میں اضافہ کا سبب بن رہا ہے۔ دوسری جانب پولیس کی زیادتی اور دیگر انتظامی محکموں کے اہل کاروں کا متعصّبانہ رویہ فرقہ وارانہ تشدد کو بڑھاوا دیتا ہے۔ان سب کے پس پشت وہ سفاک سیاست ہے، جو مذہبی تقسیم اور دو برادریوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرکے فرقہ واریت کواپنے مفاد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتی ہے۔سیاسی جماعتیں باقاعدہ ایک عمل کے طور پر سیاست کو فرقہ وارانہ رنگ دے کر ملک میں فرقہ پرستی کوفروغ دے رہی ہیں۔دوفرقوں کے درمیان اعتماد اور باہمی افہام و تفہیم کوختم کرکے ایک فرقہ کودوسرے کے مقابل کھڑا کررہی ہیں جس سے لوگوں کے درمیان نفرت، غصہ اور تصادم کا جذبہ شدت اختیار کررہا ہے۔ جسے آج ہم مذہبی تشدد کی شکل میں ہر گام دیکھ رہے ہیں، اس فرقہ واریت، مذہبی جنون اور تشدد پر قابو پانے کے لئے ضروری ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے رویہ کا احتساب کریں اورمذہب وفرقہ کی بنیاد پر معاشرہ کوتقسیم کرنے کی بجائے ملک اورقوم کو در پیش نظر رکھیں۔